﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ*﴾ (آل عمران: ۷۴) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا*﴾ (بنی إسرائیل: ۸۰)

الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ: نصیر أحمد قمر

جلد ۳ جمعۃ المبارک ۲۳ فروری ۱۹۹۶ء شمارہ ۸

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

دین کی غمخواری ایک بڑی چیز ہے جو سکرات الموت میں سرخرو رکھتی ہے

"کسی کو کیا معلوم ہے کہ ظہر کے بعد عصر کے وقت تک زندہ رہے۔ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ یکدفعہ ہی دوران خون بند ہوکر جان نکل جاتی ہے۔ بعض دفعہ چنگے بھلے آدمی مرجاتے ہیں۔ وزیر محمد حسن خاں صاحب ہوا خوری کرکے آئے تھے اور خوشی خوشی زینے پر چڑھنے لگے ایک دو زینے چڑھے ہونگے کہ چکر آیا، بیٹھ گئے۔ نوکر نے کہا کہ میں سہارا دوں کہا نہیں۔ پھر دو تین زینے چڑھے پھر چکر آیا اور اسی چکر کے ساتھ جان نکل گئی۔..... غرض موت کے آجانے کا ہم کو کوئی وقت معلوم نہیں کہ کس وقت آجاوے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ اس سے بے فکر نہ ہوں۔ پس دین کی غمخواری ایک بڑی چیز ہے جو سکرات الموت میں سرخرو رکھتی ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ ان زلزلۃ الساعۃ شیئی عظیم (الحج:۲) ساعت سے مراد قیامت بھی ہوگی۔ ہم کو اس سے انکار نہیں، مگر اس میں سکرات الموت ہی مراد ہے، کیونکہ انقطاع تام کا وقت ہوتا ہے۔ انسان اپنے محبوبات اور مرغوبات سے یک دفعہ الگ ہوتا ہے اور ایک عجب قسم کا زلزلہ اس پر طاری ہوتا ہے۔ گویا اندر ہی اندر وہ ایک شکنجہ میں ہوتا ہے، اس لئے انسان کی تمام تر سعادت یہی ہے کہ وہ موت کا خیال رکھے اور دنیا اور اس کی چیزیں اس کی ایسی محبوبات نہ ہوں جو اس آخری ساعت میں علیحدگی کے وقت اس کی تکالیف کا موجب ہوں۔"

(ملفوظات جلد اول (طبع جدید) صفحہ ۴۰۲-۴۰۳)

رمضان کا تمام تر مقصود خدا کا ملنا ہے۔
آج جھوٹ کے خلاف جہاد کرنے کا جھنڈا جماعت احمدیہ کے ہاتھ میں تھمایا گیا ہے۔

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۲ فروری ۱۹۹۶ء)

لندن (۹ فروری) سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے قرآن و حدیث کی روشنی میں ماہ رمضان المبارک اور صیام رمضان کی فضیلت و برکات کا ذکر فرمایا۔ حضور نے فرمایا کہ "ایاماً معدودات" کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ یہ روزے چند دن ہی کی بات ہے۔ اگر تم روزے رکھ لو تو تمہارے لئے دائمی برکتیں لے کر آئیں گے۔ یہ معنی ان کمزوروں کی نسبت سے ہیں جو روزوں سے گھبراتے ہیں، جنہیں خدا کی راہ میں قربانیاں دینے کی مشق نہیں۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے رمضان کے حظ اٹھائے ہوں ان کی نسبت سے اس کے یہ معنی ہیں کہ افسوس ہے کہ یہ چند دن ہیں۔ اتنے پیارے اور مبارک دن اور اتنے تھوڑے۔

حضور نے فرمایا کہ ہر بات کے موسم ہوا کرتے ہیں۔ یہ موسم قرب الٰہی کا موسم ہے۔ یہ موسم خزاں کو تبدیل کردیتا ہے۔ اس میں کمزور بھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور طاقتوروں کے اردگرد سہارے بن جاتے ہیں اور انہیں آگے بڑھنے کی طاقت ملتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ "ایاماً معدودات" کے الفاظ میں جو حرص پیدا ہوتی ہے کہ یہ گزرنے والے دن ہیں اس کی مثال وصل کی گھڑیوں کے ساتھ ہے۔ حضور نے فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ جس طرح اس مہینے کے دن گنے جاتے ہیں اتنے کسی اور مہینے کے نہیں گنے جاتے اور ہر گننے والے کی کیفیت بھی الگ الگ ہوتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جب رمضان آخر پر آتا ہے تو اس کی کیفیت ایسی ہوتی ہے جیسے آبشار کے قریب پانی کے بہاؤ کی ہوتی ہے۔ اس میں ایک روانی اور تیزی آجاتی ہے۔ اور رمضان کے آخری دس دن تو انسان کو بہا لے جاتے ہیں۔ آنسوؤں کی آبشاریں بھی جاری ہوتی ہیں جو دلوں سے پھوٹتی ہیں اور دعاؤں کی آبشاریں ہیں جو ان دلوں سے پھوٹتی ہیں۔ ان مناظر کو دیکھتے ہوئے اس کیفیت سے گزریں تو پھر "ایاماً معدودات" کی سمجھ آتی ہے کہ چند گنتی کے دن تھے۔ پتہ نہیں ہمارے گناہ بخشے بھی گئے یا نہیں۔ پتہ نہیں ہم خدا کو راضی کرسکے یا نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ دعائیں کریں اور اللہ سے دعاؤں اور محنت کے ساتھ توفیق پائیں کہ جو دن باقی ہیں ان کا حق ادا کریں اور ان کو اس طرح اپنالیں کہ آپ کو ان دنوں سے پیار ہونے لگے اور وہ دن آپ کو ایسا اپنالیں کہ وہ اپنی برکتیں آپ کے ساتھ چھوڑ جائیں۔

حضور ایدہ اللہ نے حدیث نبوی کے حوالہ سے بتایا کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہتے ہیں اور قیامت کے دن روزہ دار اس سے داخل ہوں گے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ تمثیلات ہیں۔ مراد یہ ہے کہ انسانی فطرت اس طرح بنائی گئی ہے کہ بعض نعمتیں جنت میں انہی کو حاصل ہونگی جنہیں پہلے دنیا میں اس کے لئے تیار کردیا گیا اور ایسا ممکن ہے کہ بیک وقت ایک انسان مختلف لذتیں حاصل کر رہا ہو۔ یہی لذتیں جنت میں متمثل ہونگی۔

باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

مختصرات

روحانیت کا موسم بہار ـ خدا تعالیٰ کو پانے کا مبارک مہینہ ـ رمضان المبارک اپنی تمام تر رعنائیوں اور رونقوں کے ساتھ جاری ہے۔ یہ برکتیں اجتماعی بھی ہیں اور انفرادی بھی۔ صبح صادق کے وقت قریہ قریہ خشوع و خضوع کی رونقیں۔ درس القرآن کی بابرکت مجالس۔ ذوق و شوق سے نوافل کی ادائیگی۔ سوز قلب کے ساتھ تلاوت قرآن کریم کا اہتمام۔ صدقہ و خیرات میں مسابقت۔ نیکی کے نئے نئے راستوں کی تلاش۔ نماز تراویح میں جوق در جوق شمولیت۔ افطاری کی مجالس اور جنت کے ان سب دروازوں کی جستجو جو اس بابرکت مہینہ میں خاص طور پر کھولے جاتے ہیں۔ رمضان المبارک کی یہ رونقیں اور گہما گہمی کے یہ چند گنتی کے دن اور راتیں جو اب باقی ہیں ہر ایک کو دعوت عام دیتی ہیں کہ اپنے مولیٰ سے تعلقات استوار کرلو، عبادتوں کے مزے لوٹ لو اور نیکی کی ہر راہ پر تیزی سے قدم مارو کہ ؎ پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

ہفتہ ۳ فروری ۱۹۹۶ء

آج کے درس القرآن میں سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶ کے ضمن میں لفظ "سفیہ" پر مزید روشنی ڈالی۔ بعد ازاں آیت نمبر ۷ کی تفسیر کا آغاز فرمایا اور حل لغات کے ضمن میں مندرجہ ذیل الفاظ کی تشریح فرمائی۔ ★ المعروف۔ ★ بلوغت۔ ★ رشد

اتوار ۴ فروری ۱۹۹۶ء

آج حضور انور نے آیات نمبر ۷ و ۸ کی تفسیر کے سلسلہ میں ورثہ کی تقسیم کے بارہ میں اسلامی تعلیم کی اصولی وضاحت فرمائی۔ اس تسلسل میں بیٹیوں کو ورثہ میں ان کا مقررہ حصہ دینے اور دلوانے پر خصوصی زور دیا اور فرمایا کہ جماعت کی انتظامیہ کو اس سلسلہ میں مؤثر رنگ میں کوشش کرنی لازم ہے۔

درس کے آخری نصف گھنٹہ میں حضور انور نے درج ذیل سوالات کے جوابات عطا فرمائے۔

(۱) "ولا تؤتوا السفہاء ...... الخ" میں "قیاماً" کی ضمیر عموماً مال کی طرف پھیری جاتی ہے لیکن کل کے درس میں حضور نے لوگوں کی طرف پھیری ہے۔ اس کی کیا حکمت اور وضاحت ہے؟

(۲) آیت قرآنی "قل یاایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً" کو بعض مستشرقین نے مدنی قرار دے کر غلط استدلال کیا ہے۔ اس کی وضاحت میں حضور انور نے دلائل سے ثابت کیا کہ یہ آیت مکی دور کی ہے اور اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے پر بڑی شان سے روشنی ڈالتی ہے؟

(۳) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں احمدیوں کو طاعون سے بچایا گیا تھا کیا اس زمانہ میں انہیں AIDS سے بھی بچایا جائے گا جو ایک قسم کی طاعون ہی ہے؟

(۴) اگر ۱۹۶۴ء میں کسی شخص نے پانچ ہزار حق مہر مقرر کیا ہو اور ادائیگی اب کرنی ہو تو کیا وہ پانچ ہزار ہی ادا کرے گا یا کرنسی کی قیمت کے حساب سے بڑھا کر دینا ہوگا (جواباً حضور نے فرمایا کہ مہر قرض کی طرح ہے اسی قدر ادا کریں جس قدر مہر مقرر کیا گیا تھا)۔

سوموار ۵ فروری ۱۹۹۶ء

آج کے درس القرآن میں حضور انور نے نظام وراثت پر عمومی گفتگو کے سلسلہ کو جاری رکھا اور یہودیت و عیسائیت میں وراثت کی تعلیم اور قوانین وراثت کا تعارف کروایا۔ آیت نمبر ۹ کو بعض گزشتہ مفسرین نے منسوخ قرار دیا ہے اس کی پرزور تردید فرمائی اور اس کے دلائل بیان فرمائے۔ اس ضمن میں ورثہ کے متعلق اسلامی احکامات کا بھی ذکر فرمایا۔ اس سوال پر کافی تفصیل سے بحث فرمائی کہ کیا دادا کا ورثہ یتیم پوتے کو مل سکتا ہے؟

منگل ۶ فروری ۱۹۹۶ء

آج کے درس القرآن کی خاص خاص باتیں یہ تھیں:

★ ورثہ کے متعلق مزید وضاحت۔ ★ ورثہ کے سلسلہ میں قرآنی اہم اصولوں کو پیش نظر رکھنے کی پرزور تلقین۔ ★ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹوں کی خوشخبری دیئے جانے کے واقعات کی تفصیل قرآنی آیات کی روشنی میں۔

بدھ ۷ فروری ۱۹۹۶ء

آیت نمبر ۱۰ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مسئلہ ناسخ و منسوخ کا مختصر ذکر اور جماعت احمدیہ کے مسلک کی وضاحت کہ ہمارے نزدیک قرآن مجید کا ایک شعشہ تک منسوخ نہیں اور نہ کبھی ہوسکتا ہے۔ ★ ورثہ کی تقسیم کے بارہ میں مزید وضاحت اور اس سلسلہ میں پرانی تفاسیر کے حوالہ سے گذشتہ علماء اور فقہاء کے خیالات اور ان پر تبصرہ۔ ★ آخر میں وراثت کے بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ تفسیر سے ایک جامع حوالہ بیان فرمایا اور اس کے معانی کی وضاحت فرمائی۔ ★ آیات نمبر ۱۱ و نمبر ۱۲ کی تفسیر کے ضمن میں "رجال" ـ "نساء" ـ "ذکر" اور "انثیٰ" کی تشریح۔ باقی اگلے صفحہ پر

اداریہ

مِنْھُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ

"صلحائے عرب" میں سے ایک عظیم رجل صالح اور حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام پر درود و سلام بھیجنے والے "ابدال الشام" میں سے ایک فاضل اجل، محب و مخلص مکرم محمد حلمی الشافعی صاحب کی وفات پر جس قدر بھی دکھ کا اظہار کیا جائے کم ہے۔ اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی بِہٖ رَبُّنَا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

خلافت سے انہیں جو عشق تھا اور حضور ایدہ اللہ سے انہیں جو محبت تھی اس کا اندازہ خود حضور انور ایدہ اللہ سے بڑھ کر اور کسے ہو سکتا ہے۔ وفات سے کوئی دس منٹ قبل ان کے لئے نئے تیار کردہ فلیٹ (نمبر ۴۵) میں ان سے ملاقات ہوئی۔ نئے گھر کو دیکھ کر بے حد خوش تھے۔ میں نے کہا آپ اتنی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئے ہیں۔ کہنے لگے میں ٹھیک ہوں۔ یہاں حضور کے قریب آگیا ہوں اور کیا چاہیئے۔ خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔ یہی حال ان کی اہلیہ اور بیٹی کا تھا۔ اتنی EXCITEMENT جو خوشی اور مسرت سے انہیں تھی پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ بار بار کہتے یہاں حضور کے پاس، حضور کے قرب میں آگیا ہوں۔ یہ تو جنت ہے۔ سٹنگ روم کے شیشے سے باہر دیکھتے ہوئے کہنے لگے یہاں سے حضور آتے جاتے نظر آئیں گے۔ انکی یہی تمنا تھی کہ حضور کے قرب میں، حضور کے قدموں پر جان نچھاور کریں۔ خدا کی تقدیر نے حیرت انگیز طریق پر ان کی قلبی خواہش کو پورا کیا۔

ایک ہفتہ پہلے منگل ۶ فروری کو خاکسار ان کی عیادت کے لئے جب اسلام آباد میں ان کے گھر حاضر ہوا تو حسب معمول بڑی محبت سے مسکراتے ہوئے ملے۔ کہنے لگے کہ مصر میں چالیس دن تک میں بستر پر سیدھا نہیں لیٹ سکا بلکہ بیٹھے ہوئے تکیے گود میں رکھ کر ان پر سر ٹکا کر سوتا رہا۔ یہاں ہیتھرو ائرپورٹ پہنچا تو ائرپورٹ والے وہیل چیئر لانا بھول گئے، پیدل چل کر ٹرمنیل سے باہر آیا۔ گھر یہاں اسلام آباد پہنچا تو مجھے سکون مل گیا۔ بیگم نے کہا کہ آپ تھک گئے ہونگے آرام کر لیں تو میں بستر پر جاکر سیدھا لیٹ گیا۔ بیگم نے دیکھا تو خوشی سے بے تاب ہو کر اسی وقت مصر بچوں کو فون کیا کہ تمہارے ابا آج اتنے دنوں بعد پہلی بار بستر پر سیدھے لیٹ کر سوئے ہیں۔ اس روز بھی کہنے لگے کہ اگرچہ میرے بچے مصر میں ہیں لیکن یہ میرا گھر ہے۔ میں یہاں بہت خوش ہوں۔ میں جلد سے جلد یہاں آنا چاہتا تھا۔ وہاں میرا دل نہیں لگتا تھا۔ میں جلد حضور کے پاس جانا چاہتا تھا۔

میں نے پوچھا کہ مزید اب کیسا محسوس کرتے ہیں تو فرمانے لگے کہ حضور نے میرے لئے احمدی ڈاکٹر کو بھیجا اور ساتھ ہی رقت سے آواز گلوگیر ہوگئی کہنے لگے اس نے میرا معائنہ کیا اور حضور نے وہ دیکھو! ادویہ بھیجی ہیں۔ میں نے کہا کہ حضور آپ کو بہت یاد کرتے رہے۔ ترجمۃ القرآن کلاس میں بھی آپ کے متعلق عبدالمومن صاحب سے دریافت فرماتے رہے اور ساری دنیا کے احمدی آپ کے لئے دعا گو ہیں۔ ساتھ ہی مجلہ التقویٰ کے مضامین کے متعلق بات شروع کردی کہ حضور کا رمضان المبارک سے متعلق پہلا خطبہ مل جائے تو اس کا ترجمہ کرکے اس ماہ کے ایشو میں دینا چاہتا ہوں رسالہ لیٹ ہو رہا ہے۔ میں نے کہا آپ یکدم زیادہ بوجھ نہ لیں، آہستہ آہستہ انشاء اللہ صحت بہتر ہوگی تو سب کام چلتے رہیں گے۔ کہنے لگے نہیں کوئی بات نہیں۔ میں ایک دن میں ترجمہ کردوں گا اور ایک دن میں تحیّہ میری بیٹی اسے ٹائپ کر دے گی۔

کہنے لگے کہ ابھی میں ٹی وی پر مصری عالم الشعراوی کا درس القرآن سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ ان بے چاروں کو قرآن کے علوم کا کیا پتہ۔ صرف سطحی باتیں کرتے ہیں۔ آج قرآن کا علم مسیح موعودؑ اور آپکے خلفاء کے پاس ہے۔ یہ لوگ اندھیروں میں ہیں۔ الحمدللہ کہ خدا نے ہمیں نور میں بسایا ہے۔ احمدیت نہ ہوتی تو پتہ نہیں ہم بھی ان اندھیروں میں بھٹکتے ہوتے۔ کہنے لگے کہ حضور کے درس جلد مرتب ہوکر ملیں تو ان کا بھی عربی میں باقاعدہ جلد ترجمہ ہونا چاہیئے۔

انہیں جنون تھا کہ کسی طرح جلد سے جلد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفائے کرام کے ارشادات و تحریرات کو عربی میں ڈھال دیں۔ ایک دفعہ کہنے لگے کہ میں نے بہت سا عمر کا حصہ دنیا کے کاموں میں کھودیا۔ پتہ نہیں میری عمر کتنی باقی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ روحانی خزائن جلد سے جلد عربوں تک پہنچیں۔ اور بلا مبالغہ بعض دنوں میں تفسیر کبیر کے ترجمہ کے دوران اور حضور ایدہ اللہ کے بعض خطابات کے ترجمہ کے وقت انہوں نے ۱۸ سے ۲۰ گھنٹے تک روزانہ کام کیا ہے۔ کئی دفعہ تو کھانے پینے کی بھی ہوش نہیں رہتی تھی۔ کہتے تھے مجھے لگتا ہے کہ میں وقت ضائع کروں گا اس لئے کئی دفعہ اسی طرح کام میں مصروف رہتا ہوں۔

میرے ساتھ بہت ہی پیار کا سلوک تھا۔ مجھ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ جب بھی ان سے بات ہوئی کہتے تھے کہ مجھے انگریزی میں حضور علیہ السلام کے یا خلفاء کے مضامین وغیرہ مہیا کردو تو میں ترجمہ کرونگا لیکن افسوس ہے کہ مجھے اردو نہیں آتی۔ کبھی اگر انہیں صحابہ مسیح موعودؑ کا یا سیرت حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی واقعہ بتاتا تو چشم پرآب ہو جاتے۔ کہتے ہمیں تو ان باتوں کا پتہ ہی نہیں۔ کیا کسی جگہ انگریزی میں لکھا ہوا مل جائے گا تاکہ میں اس کو عربی میں ترجمہ کرسکوں۔ میں اگر کہوں کہ مجھ سے پیار کا سلوک تھا تو بہت سے اور بھی ہیں جو یہی دعویٰ کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ تھا ہی بہت پیارا وجود۔ جو بھی ان سے ملا وہ اس کے دل میں بس گئے۔ محبت، انکسار، نظام جماعت کا احترام، کامل غیر مشروط اطاعت، اخلاص، وفا اور تنگی و تکلیف ہر حال میں خدمت اور خدمت دین ایسی مثالی خصوصیات تھیں کہ ان پر رشک آتا تھا کہ خدایا تو نے مسیح پاکؑ کو کیسے کیسے ہیرے وجود عطا کئے ہیں۔ اس بڑھاپے میں اس قدر جواں ہمتی سے، استقلال سے کام کرتے تھے کہ بلاشبہ ہم نوجوان شرم سے منہ چھپاتے پھرتے تھے۔

خدا نے ترجمہ کی صلاحیت بھی غیر معمولی عطا فرمائی تھی۔ حضور ایدہ اللہ کے خطبات کے رواں انگریزی ترجمہ کی کیسٹس سن کر ان کا عربی ترجمہ کرتے تو یوں لگتا جیسے حضور ایدہ اللہ کے خطبہ کا اردو متن سامنے رکھ کر ترجمہ کیا ہے۔ کہیں بھی مضمون میں جھول نہیں آیا۔ اس کی وجہ وہ ذہنی موافقت اور قلبی مؤانست اور محبت و فدائیت تھی جو انہیں حضور ایدہ اللہ کے ساتھ تھی، جیسا کہ خود حضور انور ایدہ اللہ نے ان کے متعلق کئی بار ذکر فرمایا کہ وہ حضور کے جذبات و احساسات میں ڈوب کر ترجمہ کیا کرتے تھے۔ "لقاء مع العرب" کے پروگراموں میں حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ کے پاس بیٹھ کر جس طرح وہ حضور کے ارشادات کا ترجمہ کیا کرتے تھے اس نے ان کے ظاہری و باطنی حسن کو اور بھی نکھار دیا تھا اور وہ جانتے تھے کہ یہ سب حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی دعاؤں کا اعجاز ہے چنانچہ وہ بجا طور پر اس سعادت پر راضی اور خوش تھے۔

انکی وفات سے یقیناً ایک خلا پیدا ہوا ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ اس جماعت کا ایک مولا ہے، وہی ہمارا وکیل اور کارساز ہے۔ زندہ جماعتیں اپنے نیک اسلاف کی یادوں کو ہمیشہ زندہ رکھا کرتی ہیں اور ان کے بعد ہمیشہ ویسے ہی عظیم خصال حمیدہ رکھنے والے اور ویسے ہی حسین اور رفیع الشان اعمال حسنہ بجا لانے والے انکی جگہ پر آتے رہتے ہیں۔ اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ انشاء اللہ

مرحوم حلمی الشافعی صاحب کی وفات کے اگلے روز تلاوت قرآن کریم کے دوران جب حسب ذیل آیات پڑھیں تو دفعۃً توجہ اس طرف گئی کہ ان آیات کا مضمون ان پر خوب چسپاں ہو رہا ہے:

وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ قُتِلُوْآ اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّھُمُ اللّٰہُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝۵۹
لَیُدْخِلَنَّھُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَہٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ۝۶۰ (الحج: ۵۹ و ۶۰)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اللہ کے راستہ میں ہجرت کرتے ہیں۔ پھر مارے جاتے ہیں یا طبعی موت مر جاتے ہیں اللہ ان کو نہایت اعلیٰ انعام بخشے گا اور اللہ انعام بخشنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔ وہ ضرور ان کو ایسی جگہ میں داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے اور اللہ بہت جاننے والا اور بہت سمجھ رکھنے والا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، اپنی رضا کی جنتوں میں بلند مقامات عطا فرمائے اور انکی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اسے اپنے فضل سے جلد پورا فرمائے۔ ان کی اہلیہ اور بچوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کی نیکیوں کا بہترین وارث بنائے۔

بقیہ:۔ خلاصہ خطبہ جمعہ

حضور ایدہ اللہ نے حدیث نبوی کے حوالہ سے بتایا کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہتے ہیں اور قیامت کے دن روزہ دار اس سے داخل ہوں گے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ تمثیلات ہیں۔ مراد یہ ہے کہ انسانی فطرت اس طرح بنائی گئی ہے کہ بعض نعمتیں جنت میں انہی کو حاصل ہونگی جنہیں پہلے دنیا میں اس کے لئے تیار کردیا گیا اور ایسا ممکن ہے کہ بیک وقت ایک انسان مختلف لذتیں حاصل کر رہا ہو۔ یہی لذتیں جنت میں متمثل ہونگی۔

حضور نے فرمایا کہ آنحضرتؐ رمضان میں پہلے سے زیادہ سخاوت کیا کرتے تھے۔ اس پہلو سے ہمیں بھی جائزہ لینا چاہیئے کہ کیا ان دنوں میں نیکیاں نئے جذبے سے جاگ اٹھی ہیں یا نہیں۔ اگر نیکیوں میں پہلے سے بڑھ کر لذت محسوس کی ہے تو لازماً آپ کو کچھ ملا ہے۔ رمضان کا تمام تر مقصود خدا کا ملنا ہے۔ رمضان میں بھی اگر مزا آئے گا تو ان لمحات میں آئے گا جب خدا کے قرب کا احساس ہوگا۔

حضور نے حدیث نبوی کے حوالہ سے بتایا کہ روزہ دار کے منہ کی بو خدا کو کستوری سے زیادہ محبوب ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے اس حدیث کے معانی کی تفصیل سے وضاحت فرمائی۔ حضور نے جھوٹ کے خلاف ایک عالمی جہاد کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی اور فرمایا کہ جھوٹ ایسی لعنت ہے کہ جب عادت بن جائے تو انسان کو پتہ ہی نہیں لگتا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ آج جھوٹ کے سیلاب نے بڑی بڑی ایسی قوموں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے جو کبھی اپنی سچائی پر فخر کیا کرتی تھیں۔ آج جھوٹ کے خلاف جہاد کرنے کا جھنڈا جماعت احمدیہ کے ہاتھ میں تھمایا گیا ہے۔ اگر کسی نے روزے کی حالت میں جھوٹ کھالیا تو گویا اس نے روزے کا سب کچھ کھا لیا۔ سارے عالم کو جھوٹ سے صاف کرنے کے لئے عظیم جدوجہد کی ضرورت ہے۔

بقیہ:۔ مختصرات

جمعرات ۸ فروری ۱۹۹۶ء

آیت نمبر ۱۲ کی بقیہ تشریح بیان فرمائی۔

★ لفظ "کتاب" اور "فریضہ" کے فرق کی وضاحت فرمائی۔ اس ضمن میں وہ قرآنی آیات بطور سند پیش فرمائیں جن میں لفظ "کتب" مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔

جمعہ ۹ فروری ۱۹۹۶ء

آج درس القرآن نہیں ہوا۔ نماز جمعہ سے قبل حضور انور نے مسجد فضل لندن میں رمضان المبارک کی برکات پر ایک پرمعارف خطبہ ارشاد فرمایا جس میں "ایاماً معدودات" کے حوالہ سے احباب کو تلقین فرمائی کہ رمضان کے بقیہ ایام سے بھرپور استفادہ کریں۔

ملاقات پروگرام میں ایک سابقہ مجلس سوال و جواب ناظرین کی خدمت میں پیش کی گئی۔ (ع۔م۔ر)

(آٹھویں قسط)

مسیحیت

ایک سفر حقائق سے فسانہ تک

Christianity —— A journey from facts to fiction

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ

کی معرکہ آراء انگریزی تصنیف کا اردو ترجمہ

[یہ اردو ترجمہ مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی (سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل حال جرمنی) نے کیا ہے جسے ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے - مدیر]

سزا یابی کے سلسلہ کا جاری رہنا

آیئے اب ہم ایک اور جرم اور اس کی نہایت خطرناک نوعیت پر غور کریں۔ یہ جرم ایسی خطرناک نوعیت کا ہے کہ جس کے نتائج و عواقب کے بارہ میں انسانی فطرت یہ تسلیم ہی نہیں کر سکتی کہ وہ آگے بھی منتقل ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص بڑی بے دردی سے ایک بچہ کے ساتھ زیادتی کرتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ بد فعلی کا مرتکب ہوتا ہے اور پھر اسے قتل کر ڈالتا ہے۔ یقیناً یہ ایسا مکروہ اور بھیانک جرم ہے جس سے انسانی احساسات و جذبات کو ناقابل برداشت صدمہ اور اذیت پہنچے گی۔ فرض کر لیں کہ ایک ایسا بدکردار اور سفاک شخص ہر طرف اس سے بھی بڑھ کر قبیح جرائم کے ارتکاب سے لوگوں کو اذیتیں پہنچاتا پھرتا ہے۔ وہ پکڑا نہیں جاتا اور اس طرح ازروئے عدل اس کے کیفر کردار کو پہنچنے کی نوبت نہیں آتی۔ وہ انسانی ہاتھوں سے سزا پائے بغیر اس دنیا میں زندگی گزار کر اس کے اختتام کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ وہ جزا سزا کے دن کی جواب دہی اور مہیب تر سزا سے بچ نکلنے کا تہیہ کرتے ہوئے زندگی کے آخری لمحوں میں مسیح کے نجات دہندہ ہونے پر ایمان لے آتا ہے۔ کیا آخری لمحات میں ایمان لے آنے سے اس کے تمام گناہ یکدم کالعدم ہو کر رہ جائیں گے؟ کیا اسے آزاد چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ ایک نوزائیدہ بچہ کی طرح گناہوں سے یکسر مبرا ہونے کی حالت میں بڑی سہولت اور آرام سے اگلے جہان کی طرف رحلت کر جائے؟ اس طرح تو ایسا شخص جو مسیح پر ایمان لانے کو موت کا وقت آنے تک ٹالتا چلا جاتا ہے اس شخص کی نسبت زیادہ سمجھ دار اور عقل مند ثابت ہو گا جو زندگی کے اوائل حصہ میں ہی ایمان لے آتا ہے۔ ایمان لانے میں جلدی کرنے والے کے لئے تو یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد کہیں شیطان کی خفیہ ترغیبات کے جال میں پھنس کر گناہوں کا ارتکاب نہ کرنے لگے۔ بایں صورت حال انسانوں کو یہ ترغیب ملتی ہے کہ کیوں نہ ہم موت کا وقت قریب آنے تک رکے رہیں اور اس طرح شیطان کو یہ موقع ہی نہ دیں کہ وہ ہمارے ایمان پر ڈاکہ ڈال کر اسے لوٹ لے۔ وہ سوچ سکتے ہیں کہ یہ کیا ہی سستا سودا ہے کہ اس دنیا میں عیش و آرام کی زندگی گزارو اور اس کے باوجود آخر وقت میں ایمان لا کر اگلے جہان میں نجات یافتہ کے طور پر دوبارہ جنم لے لو۔ کیا یہی ہے حکیمانہ عدل کی وہ صفت جسے مسیحی صاحبان خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں؟ عدل کا ایسا تصور بلکہ ایسا خدا خود خدا ہی کے پیدا کردہ انسانی ضمیر کے لئے یکسر ناقابل قبول ہے یا پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ افسوس! خود خدا نے انسانی ضمیر کو صحیح اور غلط یا نیکی اور بدی میں تمیز کی اہلیت سے عاری بنایا ہے۔

اس سارے معاملہ کا انسانی فہم و ادراک کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو انسان محسوس کرتا ہے کہ اسے ایسی مسیحی فلاسفی کو بے معنی اور بے اصل قرار دے کر مسترد کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ گناہ اور کفارہ کی اس فلاسفی کی نہ کوئی حقیقت ہے اور نہ کوئی ٹھوس بنیاد۔ انسانی تجربہ ہمیں یہ باور کراتا ہے کہ دوسروں کے ہاتھوں دکھ اور تکلیف اٹھانے اور مصائب جھیلنے والے مظلوموں کا ہمیشہ سے خصوصی استحقاق چلا آ رہا ہے کہ مواخذہ کے وقت اگر چاہیں تو ظلم ڈھانے والوں کو معاف کر دیں اور ایسا نہ کرنا چاہیں تو معاف نہ کریں۔ بعض موقعوں پر حکومتیں قومی خوشی کے طور پر جشن مناتی ہیں۔ ایسے مواقع پر یا اس سے ملتی جلتی بعض اور وجوہات کی بناء پر وہ بلاتفریق و امتیاز مجرموں کے لئے عام معافی کا اعلان کیا کرتی ہیں۔ ایسا خصوصی حالات کی وجہ سے کیا جاتا ہے لیکن ایسے خصوصی حالات خود اپنی ذات میں اس امر کا جواز مہیا نہیں کرتے کہ ان لوگوں سے جو بے گناہ شہریوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے اور دائمی مصائب میں مبتلا کرنے کا موجب بنتے ہیں ان سے باز پرس نہ کی جائے اور انہیں معاف کر دیا جایا کرے۔ یہ بات فراموش یا نظر انداز کرنے والی نہیں ہے کہ بعض مخصوص حالات میں حکومتوں کا بلاتفریق و امتیاز سب مجرموں کے لئے معافی کا اعلان کرنا کسی نہ کسی معیار کی رو سے جائز قرار پاتا ہے۔ خود مسیحی علماء حکومتوں کے ایسے اعلانوں کو انصاف کے تقاضوں کے منافی نہیں سمجھتے تو پھر ایسا ہی حسن ظن وہ خدا کے متعلق روا رکھنے کے کیوں قائل نہیں ہیں۔ اور اس کے اس اختیار کو کیوں تسلیم نہیں کرتے کہ اگر وہ چاہے تو خطا کاروں کو معاف بھی کر سکتا ہے۔ بہرحال وہ تو سب حاکموں سے بڑا حاکم اور ہر شیء کا خالق و مالک ہے۔ اگر وہ کسی کا ایسا جرم معاف کر دیتا ہے جو اس نے اپنے ساتھیوں کے خلاف کیا ہو تو اس آقاؤں کے آقا اور سب مالکوں کے مالک کو یہ غیر محدود قوت و قدرت بھی حاصل ہے کہ وہ جنہیں دکھ دیا گیا ہے ان کے ساتھ ایسے جود و سخا کا سلوک کرے اور ایسے رنگ میں انہیں اپنے فضلوں سے نوازے کہ اس کے فیصلہ سے وہ بھی پوری طرح مطمئن ہو جائیں۔ اندریں حالات اس امر کی کہاں ضرورت باقی رہتی ہے کہ وہ اپنے معصوم "بیٹے" کو قربان کرے۔ یہ تو بذات خود انصاف کا مذاق اڑانے والی بات ہے۔ ہم خدائی صفات کے پرتو کے زیر اثر انہی کی ہم رنگ یا ملتی جلتی صفات کے ساتھ پیدا کئے گئے ہیں۔ خود مسیحیوں کے عقیدہ کی رو سے بھی خدا نے یہی بتایا ہے اور بائبل میں اس امر کا ہی اعلان کیا ہے۔ چنانچہ بائبل میں آتا ہے:

"پھر خدا نے کہا ہم انسان کو اپنی صورت پر اپنی شبیہہ کی مانند بنائیں گے"

(پیدائش باب اول آیت ۲۶)

اور اسی تعلق میں خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

"فطرت اللہ التی فطرالناس علیھا"

(الروم:۳۱)

تو اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت کو اختیار کر۔ (وہ فطرت) جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

یہ عقیدہ جو عیسائیوں اور مسلمانوں میں مشترک ہے بتاتا ہے کہ انسانی ضمیر کسی بھی موقعہ پر خدائی فعل کو اپنے اندر منعکس کرنے والا بہترین آئینہ ہے۔ یہ ہمارے روزمرہ کے تجربہ کا ایک حصہ ہے کہ بہت دفعہ ہم انصاف کے تقاضے میں خفیف سا رخنہ ڈالے بغیر قصور واروں کو معاف کر دیا کرتے ہیں۔ اگر ذاتی طور پر ہمیں دکھ پہنچایا گیا ہے تو ایسے جرم میں جو ہمارے خلاف روا رکھا گیا ہے ہم معاف کرنے میں جتنا چاہیں آگے بڑھ سکتے ہیں اور اپنے معاف کرنے کے جذبے کو اونچے سے اونچے معیار تک لے جا سکتے ہیں۔ اگر کوئی بچہ اپنے ماں باپ کی نافرمانی کر کے یا گھر کی بعض قیمتی چیزیں خراب کر کے یا اپنی بعض حرکتوں سے ان کے لئے بدنامی کا موجب بن کر انہیں دکھ پہنچاتا ہے تو وہ ان کی نگاہ میں خطا کار اور ان کا قصور وار ہوتا ہے۔ اس کے والدین چاہیں تو وہ اسے معاف کر سکتے ہیں۔ اور جب وہ معاف کر دیتے ہیں تو ایسا کرنے میں وہ اپنے ضمیر میں کوئی کھٹک محسوس نہیں کرتے اور نہ ان کا ضمیر انہیں ملامت کرتا ہے کہ انہوں نے کسی لحاظ سے بھی انصاف کے تقاضے کی خلاف ورزی کی ہے۔ برخلاف اس کے اگر ان کا بچہ کسی ایسی چیز کو توڑ پھوڑ کر تباہ کر دیتا ہے جو ان کے پڑوسی کی ملکیت ہے یا وہ کسی اور شخص کے بچہ کو زخمی کر دیتا ہے تو وہ اپنے بیٹے کے اس فعل کو جس کی رو سے وہ دوسروں کو دکھ پہنچانے کا موجب ہوا ہے خود کیسے معاف کر سکتے ہیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کا ضمیر خود ان کے اس فعل کو ناانصافی قرار دے گا۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ جرم اور سزا کے درمیان پائے جانے والے تعلق یا رشتہ کو بھی بہت اہمیت حاصل ہے۔ ان دونوں کے درمیان پائے جانے والے تعلق کی نوعیت علت اور معلول کے باہمی تعلق کے عین مطابق ہوتی ہے۔ ضروری ہوتا ہے کہ دونوں کے مابین کسی نہ کسی حد تک توازن و تناسب موجود ہو۔ جرم اور سزا میں توازن و تناسب کے پہلو کو ہم قبل ازیں بھی خاصی تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ اگرچہ ہم نے مالی قرضوں سے متعلق کی جانے والی بے ضابطگیوں کے ضمن میں اس پہلو پر روشنی ڈالی تھی لیکن تناسب و توازن کی دلیل ایک ایسی محکم دلیل ہے جو دوسرے جرائم مثلاً بے گناہ شہریوں کو زخمی یا اپاہج کرنا یا انہیں قتل کرنا یا کسی لحاظ سے بھی انہیں بے عزت کرنا وغیرہ جرائم پر اور بھی زیادہ شدت کے ساتھ اطلاق پاتی ہے۔ جرم جتنا زیادہ شدید نوعیت کا ہو گا متوقع سزا کی نوعیت اور شدت بھی اسی کے مطابق ہو گی۔ جرم و سزا کے ایک پہلو کا تعلق معافی سے بھی ہے۔ میں اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ خدا اگر چاہے تو انسانوں کو تمام خطائیں معاف کر سکتا ہے۔ اس پہلو سے اگر دیکھا جائے تو ایک بے گناہ اور سراسر معصوم انسان کو سزا دینے کے ذریعہ جملہ بنی نوع انسان کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تاہم اگر اس پہلو کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک مجرم کی سزا کو کسی دوسرے معصوم انسان کی طرف منتقل کرنا مقصود ہو اور سزا کے انتقال کے لئے اس امر کو بنیاد بنایا گیا ہو کہ اس معصوم نے رضاکارانہ طور پر اس سزا کو قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی ہے تو یقیناً ایسی صورت میں انصاف کا تقاضا یہ ہو گا کہ سزا میں تخفیف کئے یا اس میں معمولی سی بھی نرمی پیدا کئے بغیر پوری کی پوری سزا کو اس دوسرے شخص کی طرف منتقل کیا جائے۔ اس بارہ میں بھی ہم پہلے ہی بہت کچھ روشنی ڈال چکے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسیحی حضرات اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ "باپ خدا" نے اپنے "بیٹے" مسیح کے معاملہ میں انصاف کے اس تقاضے کو بھرپور انداز میں پورا کیا؟۔ اگر پورا کیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ دنیائے عیسائیت کے وہ تمام مجرم جو مسیح کے وقت میں پیدا ہوئے اور وہ تمام مجرم بھی جو بعد کے زمانوں میں پیدا ہوئے اور جو جزا سزا کے دن تک پیدا ہوتے چلے جائیں گے ان سب کو جو سزا ملنی چاہئے تھی اسے مجتمع اور مرتکز کر کے اس میں جہنم کی سی شدت کو اس درجہ تک پہنچا دیا گیا تھا کہ مسیح کو محض تین دن رات جو اذیت اٹھانا پڑی اس میں ان تمام سزاؤں کی تعذیب بھی سموئی ہوئی تھی جس کے تمام کے تمام

خریداران الفضل سے گذارش

کیا آپ نے نئے سال کا چندہ خریداری ادا کر دیا ہے؟

اگر نہیں تو براہ کرم اپنی مقامی جماعت میں اس کی ادائیگی فرما کر رسید حاصل کریں اور اپنے ملک کے مرکزی شعبہ اشاعت کو مطلع کریں۔ رسید کٹواتے وقت اپنا AFC نمبر ضرور درج کروائیں۔ شکریہ (مینجر)

Continental Fashions

گروس گیراؤ شہر کے عین وسط میں خواتین کی اپنی دوکان جس پر جدید طرز کے دیدہ زیب ملبوسات، ہر رنگ کے دوپٹے، چوڑیاں، بندیا، پازیب، بچوں کے جدید طرز کے گارمنٹس، فیشن جیولری اور کھلا کپڑا مناسب قیمت پر دستیاب ہے۔

آپ کی تشریف آوری کے منتظر

Continental Fashions
Walther rathenau Str. 6
64521 Gross Gerau
Germany
Tel: 06152-39832

مذکورہ بالا گناہگار سزاوار تھے۔ اگر واقعتہً ایسا ہی ہوا تو پھر کسی عیسائی حکومت کو نہیں چاہیئے کہ وہ کسی عیسائی کو کسی بھی جرم کی کوئی سزا دے کیونکہ کفارہ کی ادائیگی کے باوجود سزا دینا انتہائی ناانصافی کے مترادف ہوگا۔ تمام قانونی عدالتوں کو معاملہ کی تہہ تک پہنچنے نیز جرم اور مجرم کی نشاندہی اور تصدیق کرنے کے بعد فیصلہ یہ دینا چاہیئے کہ مجرم کا فرض ہے کہ وہ اپنی نجات اور مخلصی کے لئے "خدا کے بیٹے" یعنی خداوند یسوع مسیح سے دعا کرے۔ اس کے بعد مقدمہ ختم کر کے معاملہ کو وہیں ٹھپ کر دینا چاہیئے۔ عدالت گستری کا سارا کام ایک کھاتہ کے مندرجات کو دوسرے کھاتہ میں منتقل کرنے تک محدود قرار دینا چاہیئے۔ اس لحاظ سے مجرم کے کھاتے میں سے اس کی سزا کا حساب کتاب مسیح کے کھاتے میں منتقل ہو جائے گا۔

آیئے ہم بات واضح کرنے کی خاطر اپنی توجہ کو کچھ وقت کے لئے ریاست متحدہ امریکہ پر مرکوز کریں۔ وہاں جرائم کی جو صورت حال ہے اسے ذرا ذہن میں لائیں۔ راہ گیروں کو زدوکوب کرنے، انہیں لوٹنے اور قتل کرنے کے واقعات اس درجہ عام ہیں کہ وہ روزانہ ہی اس کثرت سے رونما ہو رہے ہوتے ہیں کہ انہیں شمار کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میں نے نیویارک میں ریڈیو کا بٹن گھمایا، سوئی ایک ایسے سٹیشن پر جا ٹکی جو لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے واقعات نشر کرنے کے لئے وقف تھا۔ ان نشریات کو سننا انتہائی دہشت ناک تجربہ سے کسی طرح کم نہ تھا۔ اچانک پیش آنے والا یہ تجربہ اتنا دردناک اور تکلیف دہ تھا کہ میں اسے آدھ گھنٹہ سے زیادہ برداشت نہ کر سکا۔ اس کے بعد مزید کچھ سننا میرے لئے ممکن نہ تھا۔ امریکہ میں قریباً ہر پانچ منٹ کے بعد ایک قتل ہو رہا تھا۔ اور پے در پے ہونے والے قتل کے ان واقعات کی خبریں مسلسل نشر ہو رہی تھیں۔ بعض رپورٹر تو جو قتل کے واقعات کو خود مشاہدہ کر رہے ہوتے تھے بہت ہی دہشت ناک رپورٹنگ کر رہے ہوتے تھے۔ ہمارا یہ ارادہ نہیں ہے کہ ہم امریکہ میں کئے جانے والے جرائم کا منظر کشی کے رنگ میں تفصیلی نقشہ یہاں پیش کریں۔ کون نہیں جانتا کہ جو ممالک جرائم کی بھرمار کے لئے مشہور ہیں امریکہ ان میں سرفہرست ہے۔ خاص طور پر بڑے شہروں جیسے شکاگو، نیویارک، واشنگٹن وغیرہ میں جرائم کی کوئی انتہا نہیں۔ ان میں سے بالخصوص نیویارک میں راہ گیروں کو زدوکوب کر کے لوٹنے کے واقعات بہت ہی عام ہیں۔ جو بے گناہ شہری لٹیروں کا مقابلہ کرنے کی جرات کرتے ہیں ان کے ہاتھ پاؤں توڑ کر انہیں اپاہج کر دینے کے واقعات کی بھی کمی نہیں۔ روزمرہ کے واقعات پر یکجائی نظر ڈالی جائے تو معمولی فائدے کی خاطر انسانوں کے اعضاء کاٹ پھینکنے اور بے گناہوں کو بے دریغ موت کے گھاٹ اتار دینے کی بہت مکروہ اور گھناؤنی تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے۔

آج کل کی دنیا میں جرائم کے بڑھتے ہوئے رجحان سے صرف نظر کرتے ہوئے اکیلے امریکہ میں ہی جرائم کی صورت حال کی وجہ سے انسان حیران و پریشان اور ششدر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ یہ پریشانی اور حیرانی لاحق ہوتی ہے اس تعلق کی بناء پر جو ایک طرف "گناہ اور کفارہ" کے مسیحی تصور نیز دوسری طرف روزانہ بکثرت سرزد ہونے والے گناہوں کے مابین پایا جاتا ہے۔ اہل امریکہ عملی طور پر مسیحی اقدار سے کتنے ہی دور کیوں نہ ہو چکے ہوں یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ وہ تمام تر گناہوں میں ملوث ہونے کے باوجود "گناہ اور کفارہ" کے مسیحی عقیدہ پر زبانی کلامی ہی سہی ایمان ضرور رکھتے ہیں۔ اور اب بھی عقیدہ ان کا یہی ہے کہ مسیح ان کا نجات دہندہ ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس! یہ اور ان کے دوسرے عقائد ان کے کسی کام نہ آسکے۔ امریکہ میں جرائم کا بے محابہ ارتکاب کرنے والوں کی اکثریت ایسے ہی نام نہاد عیسائیوں پر مشتمل ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مسلمان اور دوسرے لوگ بھی جرائم سے یکسر مبرا نہیں ہیں لیکن ان کا معاملہ دوسرا ہے کیونکہ وہ کفارہ پر سرے سے ایمان ہی نہیں رکھتے۔ سوال یہ ہے کہ ایسے مجرم جو مسیحی ہیں اور مسیح کی رضا کارانہ قربانی پر ایمان رکھتے ہیں کیا ان سب کو خدا کی طرف سے معافی مل جائے گی؟ اگر مل جائے گی تو ملے گی کس طرح؟ ظاہر ہے مسیحی مجرموں میں سے ایک بڑی تعداد ایسے مجرموں کی ہوگی جو انجام کار اسی دنیا میں پکڑے جائیں گے اور ملکی قانون کے تحت سزا پا کر کیفر کردار کو پہنچ جائیں گے۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہونگے جو اس دنیا میں قانون کی گرفت میں آنے سے بچ جائیں گے یا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ سالہا سال تک وہ جو گناہ کرتے رہے تھے انہیں ان میں سے صرف بعض گناہوں کی سزا مل جائے اور باقی گناہوں کی سزا سے وہ بچ رہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح کی رضا کارانہ قربانی کے باوجود کلی یا جزوی سزا تو انہیں اسی دنیا میں مل گئی۔ حل طلب بات یہ ہے کہ جو مسیحی مجرم ملکی قانون کے تحت سزا پا لیتے ہیں مسیحیت ان کے لئے موعودہ معافی کی تلافی کس طرح کرے گی؟ نیز جو مجرم اسی دنیا میں قانون کی گرفت میں آنے سے بچ جاتے ہیں مسیحیت انہیں مزید معافی کے کس وعدے سے نوازے گی؟

اس تعلق میں ایک معمہ اور بھی سامنے آتا ہے اور وہ معمہ ایک غیر متعین، غیر واضح اور مبہم صورت حال کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ صورت حال یہ ہے کہ مثال کے طور پر ایک مسیحی شخص ایک بے قصور غیر مسیحی کے خلاف جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسیحی اعتقاد کی رو سے اس مسیحی مجرم کو تو مسیح پر ایمان رکھنے کے انعام کے طور پر معاف کر دیا جائے گا اور اس کی سزا مسیح کے کھاتہ میں منتقل ہو کر وہاں محسوب ہو جائے گی۔ لیکن اس بے چارے غیر مسیحی مظلوم کے نفع و نقصان کی صورت کیا بنے گی؟ اگر دیکھا جائے تو بیچارا مسیح خود اور ظلم کا شکار ہونے والا وہ بے چارہ غیر مسیحی دونوں ہی گھاٹے میں رہیں گے۔ دونوں ہی کو ایسے جرم کی سزا بھگتنا پڑے گی جو انہوں نے کیا ہی نہیں۔

اگر ہم ان تمام مختلف النوع گناہوں کی کثرت کو تصور میں لانے کی کوشش کریں جو مسیحیت کے آغاز سے لے کر کرہ ارضی پر حیات انسانی کے انجام و اختتام تک کے زمانہ میں بنی نوع انسان سے آج تک سرزد ہوئے ہیں اور آئندہ سرزد ہوتے چلے جائیں گے تو بے انداز و بے حساب گناہوں کے غیر مختتم سلسلہ ہائے درازکی ناپیدا کنار کیفیت سے انسانی دماغ چکرا کر رہ جاتا ہے۔ کیا گناہوں کے یہ تمام طول و طویل سلسلے مسیح کے کھاتہ میں منتقل ہو کر اس بے چارے کے نام محسوب کر دئے گئے ہیں؟ کیا گناہوں کے یہ سب انبار کوزہ میں دریا کی طرح ان تین دنوں اور تین راتوں میں مرکوز و مرتکز کر دئے گئے تھے جنہیں عیسائیوں کے اعتقاد کے بموجب مسیح نے اذیتیں برداشت کرنے میں گزارا؟ انسانی دماغ یہ سوچ سوچ کر ورطہ حیرت میں پڑے بغیر نہیں رہتا کہ گناہگاروں کا ناپیدا کنار سمندر جو گناہوں کے مہلک اثر سے زہر ہلاہل میں تبدیل ہو چکا ہے کس طرح ان گناہگاروں کے مسیح پر ایمان لانے سے ایکا ایکی ٹھنڈے اور میٹھے آب زلال میں تبدیل ہو جائے گا؟ ایک دفعہ پھر انسانی تصور ماضی بعید کے دور دراز زمانہ کی طرف لوٹ جاتا ہے جو بے چارے آدم و حوا سے انجانے میں پہلا گناہ سرزد ہوا اور ہوا بھی اس لئے کہ شیطان نے بڑی ہوشیاری اور عیاری سے انہیں دھوکہ دے کر اپنے جال میں پھنسا لیا۔ سوچنے والی بات ہے ان بے چاروں کا گناہ کیوں نہ دھل سکا؟ کیا وہ خدا کی ہستی اور اس کی قدرتوں پر ایمان نہیں رکھتے تھے؟ کیا "باپ خدا" پر ایمان لانا ایک کمتر درجہ کی نیکی تھی؟ کیا ان کا ایمان باللہ گناہ کے اثر کو زائل کرنے کے لئے ناکافی تھا؟ اور کیا یہ بھی ان کا قصور شمار ہوگا کہ انہیں کبھی بتایا ہی نہیں گیا کہ خدا کا ایک بیٹا بھی ہے جو اپنے "باپ خدا" کے ساتھ ازل سے قائم و دائم چلا آ رہا ہے؟ اس "آسمانی مقدس بیٹے" نے ان پر کیوں رحم نہ کھایا اور "باپ خدا" سے کیوں التجا نہ کی کہ ان کے گناہ کی پاداش کے طور پر خود اسے (یعنی "بیٹے" کو) سزا دے کر انصاف کا تقاضا پورا کر لیا جائے؟ انسانی دماغ میں رہ رہ کر یہ خیال اٹھتا ہے کہ اے کاش! ایسا ہی ہوا ہوتا۔ یہ کتنا مبنی بر انصاف، آسان اور سہل ہوتا کہ جب آدم اور حوا نے پہلی لغزش کھائی تھی انہیں اسی لمحہ سزا دے کر بات قصہ زمین بر سرزمین کے طور پر وہیں کے وہیں ختم کر دی جاتی۔ یقیناً ایسی صورت میں خود مسیحیوں کے نزدیک بھی کتاب التقدیر میں نوع انسان کی کہانی بالکل اور انداز سے لکھی جاتی۔ اس کی بجائے ایک جنت ارضی کی تخلیق عمل میں آتی اور آدم و حوا کی اپنی نامعلوم نسلوں سمیت جنت سے ہمیشہ ہمیش کے لئے نکالا نہ ملتا۔ اسی زمانہ قدیم میں آدم و حوا کے پہلے گناہ کی پاداش کے طور پر مسیح کو تین دن اور تین رات کے لئے جنت سے نکال دیا جاتا اور اسی دم بات آئی گئی ہو کر قصہ تمام ہو جاتا۔ افسوس! نہ "باپ خدا" کو اس بات کا خیال آیا اور نہ "باپ خدا" کے "بیٹے" مسیح کو یہ بات سوجھی۔ سوچنے کا مقام ہے کہ مسیح کی مقدس اور محبت انگیز حقیقت کو بدقسمتی سے کیسے مضحکہ خیز اور سراسر ناقابل یقین دیومالائی قصہ کا روپ دے دیا گیا اور آنے والی نسلیں بھول بھلیوں میں الجھ کر رہ گئیں۔

(باقی آئندہ انشاءاللہ)

وفا پرستوں کا شعار

جو لوگ تیری نظر کا شکار ہوتے ہیں
وہ بے نیازِ غمِ روزگار ہوتے ہیں
کوئی تو روگ ہے آخر ترے فقیروں کو
کہ بات بات پہ یوں اشکبار ہوتے ہیں
جو حادثات ترے آستاں پہ لے آئیں
وہ حادثات بڑے خوشگوار ہوتے ہیں
دکھا دیا ہے جہاں کو وفا پرستوں نے
کہ تیرے نام پہ کیسے نثار ہوتے ہیں
کوئی تو جام اِدھر بھی بنامِ میخانہ
کہ ہم بھی بادہ کشوں میں شمار ہوتے ہیں
درِ حرم پہ مبشر انہیں تلاش نہ کر
خراب حال سرِ کوئے یار ہوتے ہیں

(مبشر احمد راجیکی مرحوم)

Earlsfield Properties

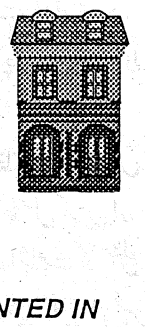

RENTING
AGENTS
0181- 877 0762

PROPERTIES WANTED IN
ALL AREAS FOR
WAITING TENANTS

خطبہ جمعہ

جماعت احمدیہ جو خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کر رہی ہے ان کے اندر ایسا نور ہے کہ اس کی کوئی مثال دنیا میں کہیں دکھائی نہیں دیتی

- وقف جدید کے ۴۱ ویں مالی سال کا اعلان -

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۵ جنوری ۱۹۹۶ء مطابق ۵ صلح ۱۳۷۵ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۲۶۸
اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۶۹
يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۲۷۰

(سورہ البقرہ . ۲۶۸ تا ۲۷۰)

یہ آیات کریمہ جن کی میں نے تلاوت کی ہے یہ سورہ بقرہ کی ۲۶۸ تا ۲۷۰ ویں آیات ہیں۔ ان آیات میں مالی قربانی کی طرف بہت ہی لطیف انداز میں اس طرح توجہ دلائی ہے کہ انسانی فطرت کی ایک کمزوری کو سامنے رکھ کر متنبہ فرمایا ہے کہ خدا کی راہ میں جب خرچ کرنے ہوں تو اپنی اس کمزوری کو پیش نظر رکھنا اور خرچ کرتے وقت ٹھوکر نہ کھا جانا تمہیں علم ہونا چاہئے کہ تم جو بھی خرچ کرتے ہو کس مقصد سے کر رہے ہو، کس کے حضور پیش کر رہے ہو اور اس کے آداب کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا لازم ہے۔

یہ مضمون اس طرح بیان فرمایا کہ دیکھو جب تم خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہو تو اے ایمان والو طیبات میں سے خرچ کیا کرو "ماکسبتم" جو کچھ بھی تم کماتے ہو ان میں سے بہترین چیز پیش کیا کرو۔ کیونکہ جب ایک دوسرے کو تم تحائف پیش کرتے ہو تو جتنا کسی سے زیادہ تعلق ہو، جتنا کسی کی عزت ہو، جتنا کسی کا احترام ہو اسی قدر تحفہ چنتے وقت انسان اپنی ملکیت میں سے بہترین چنتا ہے۔ اگر باغوں والا ہے تو پھل وہ چنے گا جو چوٹی کا پھل ہے اور تاجروں کی طرح نہیں کرتا کہ گندہ پھل شامل کر کے تو اوپر دو چار پھل رکھ دے تاکہ اچھی چیز قبول ہو جائے، قیمت مل جائے خواہ بعد میں پتہ چلے کہ یہ تو نہایت ہی گندی اور غلیظ چیز تھی جس کا سودا کیا گیا ہے تو اللہ سے تو دھوکہ ہو نہیں سکتا۔ لیکن دنیا میں بھی انسان اپنی محبتوں اور تعلقات کی قدر کرتا ہے اور اپنے پیاروں سے دھوکے نہیں کیا کرتا۔ تاجر دھوکے کرتا ہے، محبت کے ساتھ پیش کرنے والا دھوکہ نہیں کرتا تو فرمایا تمہارا تو میرے ساتھ ایک محبت کا سودا ہے۔

اور دوسرے یہ کہ ہم نے تمہیں دیا ہے۔ اس لئے جب ہم نے دیا ہے تو پھر اگر تم گندی چیز دو گے تو تمہارا بہت گہرا نقصان ہو گا ایک تو یہ کہ تحفہ نامقبول، دوسرے تم یہ ہمیں نمونہ دکھا رہے ہو گے کہ ہم تو گندی چیزیں دیا کرتے ہیں، ہمیں بھی پھر گندی ملنی چاہئے اور احسان فراموش کو تو حقیقت میں کچھ بھی نہیں ملا کرتا۔ تو خدا نے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے تو نہیں مانگا خدا نے تو ہماری ضرورتیں پوری کرنے کے لئے مانگا ہے اور یہ ضرورتیں دو طرح سے پوری ہوتی ہیں۔ اول تزکیہ نفس، دوسرے احسان کا بدلہ اتارنے کی جو تمنا ہے وہ کچھ نہ کچھ پوری ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات عید پر بچے بھی ماں باپ کے لئے تحفے لے کر آتے ہیں حالانکہ سب کچھ وہی دیتے ہیں انہی سے وظیفے ملتے ہیں، انہی سے ماہانہ اخراجات عطا ہوتے ہیں، انہی کا کھانا کھاتے ہیں، انہی کے گھر میں رہتے ہیں مگر جب وہ عید یا کسی اور ایسے موقع پر تحفہ پیش کرتے ہیں تو ماں باپ کا دل خوشیوں سے اچھلنے لگتا ہے۔ اس تحفے کو جو پیار اور محبت سے سجا کر پیش کرتے ہیں وہ قبول کرتے ہیں جیسے ان کو ایک دنیا جہان کی نعمت مل گئی ہو تو یہ محبت کے سلسلے اور ہیں، ان کا نظام اور ہے، ان کے قوانین مختلف ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے جب ہم تجھ سے مانگتے ہیں تو ایک پیار کا اظہار ہے تاکہ تمہیں بھی محبت کے سلیقے آئیں تاکہ تمہاری بھی یہ خواہش پوری ہو کہ جس نے ہمیں سب کچھ دیا ہے کبھی ہم بھی تو اسے کچھ دیں۔ اگر خدا نے یہ نظام نہ قائم کیا ہوتا تو ناممکن تھا کہ انسان اس تمنا کو جو اس کی فطرت میں گھول دی گئی ہے کبھی کسی پہلو سے بھی پوری کر سکتا۔ مگر ماں باپ کے تعلق میں جب انسان یہ کر دیتا ہے اور لذت و خوشی محسوس کرتا ہے تو خدا کے تعلق میں بھی اگر ایسا رشتہ نہ ہو اور ایسی خوشی انفاق سبیل اللہ کے ساتھ وابستہ نہ ہو تو انفاق فی سبیل اللہ یعنی خدا کی راہ میں خرچ کرنا ضائع ہو جائے گا، خدا کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس مضمون کو یوں اس مثال کے ساتھ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو تم کماتے ہو اس میں سے بہترین چیز پیش کیا کرو "ومما اخرجنا لکم من الارض" اور اس میں سے جو زمین میں ہم نے تمہارے لئے اگایا ہے۔

اب اس کے علاوہ دوسری آیات میں اور اس آیت کی طرز بیان میں ایک تھوڑا سا فرق رکھ دیا گیا ہے جو ابتدائی آیت ہے جس میں انفاق سبیل اللہ کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ومما رزقناھم ینفقون" جو کچھ ہم انہیں عطا کرتے ہیں اس میں سے وہ دیتے ہیں اور یہاں فرمایا ہے "من طیبات ما کسبتم" جو تم کماتے ہو اس میں سے بہترین دو۔ یہ اس لئے کہ انسان کے ضمیر کی پیاس بجھے، اس کو وقتی طور پر یہ خیال آئے کہ جو میں نے کمایا ہے اس میں سے دے رہا ہوں۔ مگر اس جاہلانہ خیال کی نفی کرنے کے لئے کہ جو تم نے کمایا ہے گویا تم ہی گھر سے لے کر آئے ہو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ زمین اگاتی ہے وہ ہم ہی تو اگاتے ہیں۔ عطا کا آغاز ہم سے ہے مگر پھر بھی تم نے محنت میں حصہ لیا ہے، محنت کر کے اس میں حصہ ڈال لیا ہے تو ہم کہتے ہیں تم اپنی محنت سمجھو اور اپنی محنت میں سے جو بہتر حصہ ہے وہ ہمارے حضور تحفے کے طور پر پیش کرو اور یہ نہ کرنا "ولا تیمموا الخبیث منہ" جو پلید چیز ہے، جو خبیث اور گندی چیز ہے وہ نہ نکالا کرنا ہمارے نام پر۔ کیونکہ وہ نکالو گے تو تمہارا خبیث باطن ہی نکلے گا اور کوئی خبیث اور پلید چیز خدا کو نہیں پہنچ سکتی۔ وہ چٹی بھی ہے تو ذلیل قسم کی چٹی پڑ گئی ہے تم پر۔ اور اللہ کو ایسی قربانیوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور پہچان یہ رکھ دی کہ وہ چیزیں خدا کو مقبول نہیں ہیں جو تم "تنفقون" جب تم خرچ کرتے ہو تو اگر وہ چیزیں تمہیں عطا ہوں تو تمہاری آنکھیں شرم سے جھک جائیں "لا تیمموا الخبیث منہ تنفقون" وہ چیزیں پلید نہ پیش کرو جو تم دیتے ہو خرچ کے طور پر "ولستم باخذیہ" لیکن جب لینا پڑے تو ایسی پلید چیز قبول نہیں کرتے "الا ان تغمضوا فیہ" سوائے اس کے کہ نظریں جھکا کر، شرم پیتے ہوئے، بے چینی کے ساتھ ایک مجبوری کے طور پر قبول کر لو لیکن باوجود اس کے سخت خفت محسوس کر رہے ہوتے ہو۔ "واعلموا ان اللہ غنی حمید" اور جان لو کہ اللہ تو غنی ہے اور قابل تعریف ہے۔ غنی ہونے کے لحاظ سے اس کو تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حمید ہونے کے لحاظ سے اس کو خبیث چیز پہنچ ہی نہیں سکتی۔ جو گندی چیز کسی کو دے گا، جو صاحب حمد ہے اس کو گند تو نہیں پہنچ سکتا۔ ناممکن ہے۔ اس کو وہی چیز ملے گی جو قابل حمد ہو، تعریف کے لائق ہو۔ تو تمہارا تعلق خدا سے کٹ جائے گا بجائے اس کے کہ خدا سے تمہارا تعلق قائم ہو۔

اس کے بعد ایک اور بڑا لطیف مضمون بیان فرمایا کہ تم جب ہاتھ روکتے ہو اچھی چیزیں پیش کرنے سے تو اس کے پیچھے کوئی بات ہے اور بات یہ ہے کہ شیطان تمہیں ایسے رستے پر ڈال رہا ہے جس رستے پر پڑ کے خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے تم محروم ہوتے چلے جاؤ گے اور پھر بھی تمہاری آرزوئیں پوری نہیں ہو سکیں گی۔ تمہارے نفس کی پیاس کبھی بجھ نہیں سکے گی اور تم بد سے بدتر حال میں مبتلا ہوتے چلے جاؤ گے۔ "الشیطان یعدکم الفقر" خدا کی راہ میں جو کنجوسی کرنے والے ہیں ان کا آغاز اس بات سے ہوتا ہے کہ شیطان انہیں فقر سے ڈراتا ہے کہ تم غریب ہو جاؤ گے، فقیر بن جاؤ گے۔ جو کچھ آتا ہے تم دیتے چلے جاتے ہو، تمہارے پاس کیا رہے گا، تمہاری تجارتیں کیسے چلیں گی، بیوی بچوں کے حقوق کیسے پورے کرو گے، روزمرہ زندگی میں جو تم نے ایک عزت بنائی ہوئی ہے اس کے تقاضے کیسے پورے کرو گے تو فقر سے ڈراتا ہے اور جو ڈرنے والا ہے وہ یہ بات بھول جاتا ہے کہ شیطان نے کب دیا تھا جو اس کے تصرفات کے متعلق ہمیں نصیحتیں کر رہا ہے۔ دیا تو خدا نے تھا اور جس کو ہم دے رہے ہیں وہی ہے جس نے ہمیں دیا تھا تو یہ فقر کا سودا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ناممکن ہے کہ عطا کرنے والا لے اور اس طرح لے کہ اس کو غریب اور فقیر اور منگتا بنا کے چھوڑ دے۔ اگر یہ تھا تو پھر دینے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ تو ایک ایسی ناممکن بات ہے جو کسی صورت میں بھی عقل میں آ نہیں سکتی لیکن پھر بھی ڈر جاتے ہو، تم بڑے بیوقوف ہو۔ شیطان جس

کا کوئی تعلق بھی نہیں تمہارے رزق سے، ہاں بعض صورتوں میں تعلق تم خود بنا لیتے ہو جب ناجائز رزق کماتے ہو تو پھر شیطان کا تم پر دخل ہوتا ہے مگر اللہ نے یہاں ناجائز رزق کی بات ہی نہیں شروع کی۔

فرمایا ہے جو تم کماتے ہو طیبات میں سے تو یہاں اس گروہ کی بات ہو رہی ہے جو ناجائز نہیں کما رہے۔ جو ناجائز کمانے والے ہیں ان سے تو اللہ مانگتا ہی نہیں کبھی۔ کب خدا نے کہا ہے کہ اپنی حرام کی کمائیوں میں سے مجھے پیش کرو۔ وہ بحث میں شامل ہی نہیں مضمون۔ پس جن کو خدا نے دیا ہے شیطان نے نہیں دیا وہ بڑے بے وقوف ہونگے اگر شیطان کے ڈرانے سے ڈر جائیں اور خدا کی راہ میں جس نے ان کو عطا فرمایا ہے خرچ کرنے سے پیچھے ہٹ جائیں اور شیطان اس کے ساتھ کیا کہتا ہے۔ یہ بہت ہی گہرا نفسیاتی مضمون ہے کہ فقر سے ڈراتا ہے لیکن فحشاء کا حکم دیتا ہے اور فحشاء وہ زندگی ہے جس میں انسان کو بے حد خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اور شیطان کا جھوٹا ہونا اسی سے ثابت ہو جاتا ہے کہ تمہیں فقر سے ڈراتے ہوئے ایسی باتوں کے شوق لگا دیتا ہے، ایسی تمناؤں کو بھڑکا دیتا ہے جو بہت مہنگی ہوتی ہیں اور تمہاری زندگی کی عام ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد جو کچھ بچتا ہے اس سے زیادہ خرچ کرو تب بھی تمہاری وہ خواہشیں جو فحشاء سے تعلق رکھتی ہیں پوری نہیں ہو سکتیں۔ تو شیطان کی دھوکہ بازی اور اس انسان کی جو اس دھوکے میں آئے ان کی عقل کا پورا پول کھل جاتا ہے اس سے۔ اگر وہ تمہارا پیسہ بڑھانا چاہتا ہے تو فحشاء کی طرف کیوں لگاتا ہے تمہیں۔ کیوں کہتا ہے کہ بہت مہنگی کاریں خریدو تو پھر تمہیں تسکین ملے گی۔ کیوں کہتا ہے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ عیاشی کے سامان مہیا کرو یا حاصل کرو تب تمہیں صحیح زندگی کا سکون ملے گا اور ایک دوسرے سے دکھاوے میں آگے بڑھو ایسے اخراجات کرو جس سے تمہاری ظاہری طور پر قوم میں یا برادری میں ناک قائم رہ جائے اور اندر سے سب کچھ کٹ جائے اور سب کچھ ختم ہو جائے۔ یہ تعلیم جو فحشاء کی تعلیم ہے یہ ثابت کر رہی ہے کہ شیطان کو تمہارے اموال میں کوئی دلچسپی نہیں ہے تمہارے حق میں کوئی دلچسپی نہیں ہے وہ تمہارا دشمن ہے اور دشمنوں والے وساوس میں تمہیں مبتلا کر دیتا ہے۔

جماعت احمدیہ بحیثیت مجموعی جو خدا کی راہ میں خرچ کر رہی ہے اور جس انداز سے خرچ کر رہی ہے اس پہلو سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی یہ ایک ایسی زندہ دلیل ہے جو سورج کی طرح روشن ہے

اللہ اس کے مقابل پر کیا کہتا ہے شیطان تمہیں فقر کا اور فحشاء کا حکم دیتا ہے اور اللہ فرماتا ہے "یعدکم مغفرۃ منہ فضلاً" اور اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مغفرت کے وعدے کرتا ہے۔ پس انفاق فی سبیل اللہ کا تعلق ایک مغفرت سے بھی ہے اور یہ بہت ہی اہم تعلق ہے جس کو آخر پر بیان فرمایا ہے۔ وہ پہلے تعلقات جو میں نے بیان کئے ہیں قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی میں ان پر یہ مستزاد ہے کہ یاد رکھو وہ تمہیں چیزیں تو ملیں گی ہی مگر تم اتنے گنہگار ہو کہ اگر محض نیکیوں اور گناہوں کا آپس میں حساب تکڑی کے تول کیا جائے تو تمہاری بخشش کے سامان بہت مشکل ہیں۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ اگر باقاعدہ ناپ تول کر حساب ہو کہ نیکیاں کتنی ہوئیں اور بدیاں کتنی تو بھاری اکثریت انسان کی ایسی ہے جن کے بدیوں کے پلڑے بھاری ہونگے اور نیکیوں کے کم ہونگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "مغفرۃ منہ وفضلاً" ان دونوں کا گہرا تعلق ہے۔ فرمایا مغفرت کے ذریعے تو ہم تمہارے بوجھ کم کر دیں گے جو بدیوں کے بوجھ ہیں وہ شمار میں نہیں لائیں گے۔ اور فضل کے ذریعے نیکیوں کا پلڑا بھاری کر دیں گے۔ پس دونوں طرف انفاق سبیل اللہ کا فائدہ عجیب طریقے سے پہنچے گا کہ گناہوں کا پلڑا تو ہلکا ہوتا چلا جا رہا ہے اور نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوتا چلا جا رہا ہے اور باقی سب چیزیں اس کے علاوہ ہیں جو پہلے نصیب ہو گئیں۔

اور "فضل" کا دوسرا معنی ہے کہ اموال میں بھی برکت دے گا کیونکہ لفظ "فضل" قرآن کریم میں اموال کی برکت سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ واضح طور پر جابجا اس کو دنیاوی نعمتوں کے لئے بھی استعمال فرمایا گیا ہے تو یہ دوہرا فائدہ بھی نکل آتا ہے کہ تمہارے اموال بڑھیں گے کم نہیں ہونگے شیطان جھوٹ بول رہا ہے فقر نہیں ہو گا اور شیطان فحشاء کی طرف بلاتا ہے جس سے گناہوں کے پلڑے بھاری ہوتے چلے جائیں گے۔ ہم مغفرت کی طرف بلا رہے ہیں جس سے تمہارے کئے ہوئے گناہ بھی کالعدم ہونے شروع ہو جائیں گے۔ وہ فقر سے ڈراتا ہے ہم فضل کے وعدے کرتے ہیں اور ہم اپنے وعدوں میں سچے ہیں شیطان اپنے وعدوں میں جھوٹا ہے۔ اس صفائی، اس لطافت کے ساتھ، اس تفصیل سے دنیا کی کسی کتاب میں آپ کو انفاق کا مضمون دکھائی نہیں دے گا۔ انفاق فی سبیل اللہ کا مضمون قرآن کریم میں مختلف جگہ بیان ہوا ہے ہر جگہ ایک عجب انفرادی حسن کے ساتھ بیان ہوا ہے جو دوسری باتوں کے علاوہ کچھ مزید حکمت کی باتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور یہ جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس کو دیکھیں، اس کو غور سے پڑھیں، غور سے سنیں اور سمجھیں تو کتنا حسین نظارہ ہے اس تعلیم کا۔ دنیا کی کوئی تعلیم اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتی۔

پھر فرماتا ہے "یوتی الحکمۃ من یشاء" دیکھو خدا کیسی کیسی حکمتیں عطا فرما رہا ہے جس کو چاہتا ہے وہ حکمت عطا کر دیتا ہے۔ اور فرمایا حکمت تو اموال سے بہت بہتر ہے۔ اور حکمت ہی ہے جو دراصل اموال کے حصول کا موجب بن جایا کرتی ہے "ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً" اگر اموال کے بدلے صرف حکمت ہی کسی کو عطا کر دی جائے اسے بہت بڑا مال عطا ہو گیا۔ اور اموال بھی بڑھائے جائیں اور پھر حکمت بھی بڑھا دی جائے تو بہت بڑی دولت ہے جو نصیب ہو گئی۔ اور حکمت کی باتیں ہیں ساری جو آپ نے سنی ہیں اور حکمت کے متعلق ایک واضح حقیقت ہے جو آج کے زمانے میں خوب کھل گئی ہے کہ جن کے پاس حکمت ہے وہ امیر ہیں، جن کے پاس حکمت نہیں وہ غریب ہیں۔ ساری قومیں جو آج دنیا کے اموال پر قابض ہوئی ہیں اپنی حکمت کے ذریعے قابض ہوئی ہیں انہوں نے اسرار علوم کو سیکھا ہے۔ وہ علوم کے پردے میں جو راز تھے ان کو دریافت کرنے والے لوگ ہیں اور اس کے نتیجے میں تمام دولتوں نے اپنے خزانوں کے دروازے ان پر کھول دئے ہیں اور جو بے چاری قومیں حکمت سے عاری ہیں جاہل قومیں ہیں ان کو اموال بھی نصیب نہیں ہوئے، جو تھا وہ بھی امیر قومیں لوٹ کر لے گئیں۔

تو قرآنی تعلیم حکمت کے خزانوں سے بھری پڑی ہے۔ فرمایا "ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً" جو بھی تم میں سے حکمت عطا کیا جائے گا اسے گویا بہت مال و دولت نصیب ہوا "وما یذکر الا اولوا الالباب" لیکن عقل والوں کے سوا سیکھتا کون ہے مصیبت تو یہ ہے۔ اتنی باتیں کھول کر بیان ہوئی ہیں پھر بھی جب خرچ کے وقت آئیں گے تمہاری مٹھیاں بند ہی ہو جانی ہیں جن کو کنجوسی کی عادت ہے پھر تمہیں حوصلہ نہیں پڑے گا۔ "وما یذکر الا اولوا الالباب" اہل عقل کے سوا کون ہے جو نصیحت پکڑتا ہے جو ان نصیحت کی باتوں سے استفادے کی طاقت رکھتا ہے۔ یہ جو مضمون ہے آگے آیتوں میں بھی یہ چل رہا ہے لیکن میں آج صرف ان دو آیتوں پر اکتفا کرتے ہوئے وقف جدید کے سال نو کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔

وقف جدید کا ۱۹۹۵ء میں چالیسواں سال غروب ہو رہا ہے اور ۹۶ء میں اکتالیسواں سال طلوع ہو رہا ہے۔ سال ۹۴ء انتالیسواں سال تھا، سال ۹۵ء چالیسواں اور اب جس سال میں ہم داخل ہو چکے ہیں یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کا اکتالیسواں سال ہے۔ اور جماعت احمدیہ بحیثیت مجموعی جو خدا کی راہ میں خرچ کر رہی ہے اور جس انداز سے خرچ کر رہی ہے اس پہلو سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی یہ ایک ایسی دلیل ہے جو سورج کی طرح روشن ہے۔ دن کو سورج بن کر چمکتی ہے تو رات کو چاند بن کے نور برساتی ہے۔ دن رات جماعت احمدیہ جو خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کر رہی ہے ان کے اندر ایسا نور ہے کہ اس کی مثال دنیا میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ کوئی ہے تو جماعت لا کے دکھائے۔ ہم نے تو ایسے دیکھے ہیں جو دین کے نام پر جمیعتیں بھی بناتے ہیں، خدمتیں بھی کرتے ہیں مگر اس وقت تک جب کوئی پیسہ عطا کرنے والا ہاتھ ان کو عطا کرتا رہے۔ کسی حکومت نے امداد بند کر دی تو ان کی خدمتیں بھی وہیں ختم ہو جاتی ہیں مگر وہ جماعت جو خدا کے نام پر بنی نوع انسان کی خدمت بھی کر رہی ہو اور مذہب کی خدمت بھی کر رہی ہو یعنی دینی، روحانی اقدار کی بھی، ایک ہی ہے کل عالم میں جو جماعت احمدیہ ہے جو یہ سب کچھ کرتی ہے اور انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے کرتی ہے۔ کوئی غیر ہاتھ اس کو عطا نہیں کر رہا، ہاں اللہ کا ہاتھ ہے جو عطا فرماتا ہے۔

اور یہ بات کہ خدا کی خاطر کرتے ہیں "طیبات" دیتے ہیں، جو کمایا وہ خدا کی عطا سمجھتے ہوئے اس کے حضور عاجزانہ طور پر پیش کرتے ہیں اور اس میں لذت محسوس کرتے ہیں یہ اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ ہر سال قربانی کرنے والا آگے بڑھتا جاتا ہے۔ وہ شخص جس کو قربانی کرتے ہوئے تکلیف محسوس ہو وہ دو چار سال چلے گا اس کے بعد تھک کے رہ جائے گا۔ کہے گا بس کافی ہو گئی، جو دینا تھا دے دیا، اب نہ ہمارے دروازے کھٹکھٹائے جائیں۔ اور جن کو یعنی جماعت احمدیہ کے جن مخلصین کو خدا کی راہ میں قربانی کی عادت ہے اگر سیکرٹری مال ان کے دروازے کھٹکھٹانا چھوڑ دے تو وہ جا جا کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں۔ کہتے ہیں کیا بات ہو گئی تم ہم سے چندہ لینے نہیں آئے اور دیکھو اگر اس طرح سستی کی تو پھر ہو سکتا ہے کہ ہم سے غفلت ہو جائے اور پھر یہ روپیہ کہیں اور خرچ ہو جائے اور جو ان سے بھی آگے سبقت لے جانے والے ہیں وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہ روپیہ جو خدا کے لئے وقف کیا ہے کسی اور جگہ خرچ ہو جائے گا۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ روپیہ جو ہم نے فلاں غرض کے لئے رکھا ہوا تھا کیوں نہ خدا کی راہ میں خرچ کر دیں کیونکہ پھر توفیق ملے نہ ملے۔ اور ایسے واقعات بڑی کثرت سے ہر سال ہوتے ہیں اور بڑی کثرت سے خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ جو فضل کی صورت میں ان معنوں میں ہے کہ ہم بڑھانے والے ہیں یہ بھی پورا ہوتا چلا جاتا ہے۔

ایسے حیرت انگیز واقعات آئے دن میرے سامنے آتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک آدمی نے وعدہ کیا ہے معین طور پر وعدہ کرتے وقت پوری طرح دل کو اطمینان نہیں ہے کہ میں پورا بھی کر سکوں گا مگر اخلاص تھا، ہمت تھی وہ وعدہ کر دیا اور پھر دعا کی کہ اللہ اسے پورا کرنے کے سامان فرمائے۔ پھر جس طرح غیب سے وہ سامان پیدا ہوتے ہیں اور بسا اوقات بعینہ اتنی رقم اچانک ملتی ہے جو وعدہ کی گئی تھی یعنی

fozman foods
BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
0181-478 6464 | 0181-553 3611

اگر کسی نے ۲۷۵۷ روپے کا وعدہ کیا تھا تو خدا تعالیٰ یقین دلانے کی خاطر کہ یہ میں نے خصوصیت سے تمہارے اخلاص کو قبول کرتے ہوئے اس لئے دی ہے کہ تم اپنا تحفہ مجھے پیش کر سکو اور جو رقم ملتی ہے ۲۷۵۷ روپے ہی ہوتی ہے۔ اب یہ جو واقعات ہیں یہ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک زندہ اور جاری اور ساری حقیقت بن چکے ہیں کوئی ماضی کے قصے نہیں ہیں۔ جیسے کل تھے ویسے آج بھی ہیں، جیسے آج ہیں ویسے کل بھی ہونگے اور یہ نشان صداقت اور عظمت کا نشان سوائے جماعت احمدیہ کے دنیا میں اور کسی جماعت کو عطا نہیں ہوا۔ پھر وہ لطف ایسا محسوس کرتے ہیں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ وہ ہر سال ہر آنے والے وقت میں قربانی میں پہلے سے بڑھ جاتے ہیں۔ صاف ثابت ہے کہ وہ محبت ہی کے نتیجے میں خرچ کر رہے ہیں چٹی والے تو ایسا نہیں کیا کرتے۔

یہ ناممکن ہے کہ جماعت احمدیہ پر کوئی ایسا سال طلوع کرے جو پچھلے سالوں سے کسی طرح نیکیوں میں پیچھے رہ جائے۔ وہ ضرور آگے بڑھتا ہے

کل جو "لقاء مع العرب" کا پروگرام تھا اس میں منیر ادلبی صاحب نے مجھ سے ایک سوال کیا کہ نئے سال کی باتیں ہو رہی ہیں پرانا سال جا رہا ہے. لوگ خوشیاں منا رہے ہیں، جماعت احمدیہ کا کیا موقف ہے۔ اس میں جو میں نے تفصیل سے ان کو مؤقف سمجھایا کل ایک یہ بات بھی ان کو سمجھائی کہ جماعت احمدیہ کا ہر آنے والا سال گزرے ہوئے سال سے لازماً بہتر ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ جماعت احمدیہ پر کوئی ایسا سال طلوع کرے جو پچھلے سالوں سے کسی طرح نیکیوں میں پیچھے رہ جائے، وہ ضرور آگے بڑھتا ہے۔ اور اس کا تعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے براہ راست ہے کیونکہ آپ کے ساتھ خدا تعالیٰ نے ایک وعدہ فرمایا ہے اور وہ وعدہ ہر اس شخص کے حق میں اور ہر اس جماعت کے حق میں لازماً پورا ہو گا جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے اپنا ذاتی تعلق پختہ کر لیتا ہے یا کر لیتی ہے۔ وہ وعدہ ہے "وللاٰخرة خیرلک من الاولیٰ" تیرے لئے یہ قانون ہے جو اٹل ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں، تیرا ہر آنے والا لمحہ ہر گزرے ہوئے لمحہ سے بہتر ہو گا۔ اس کے باوجود آپ کی زندگی میں ابتلاء بھی آئے، کئی قسم کی آزمائشوں میں مبتلا ہوئے، جسمانی آزار بھی پہنچائے گئے مگر یہ وعدہ پھر بھی پورا ہوتا رہا۔ کوئی ایذا رسانی، کوئی رستے کی روک آپؐ کے اور آپؐ کی جماعت کے قدم آگے بڑھنے سے روک نہیں سکی۔ پس یہ مراد نہیں ہے کہ وقتی تکلیفیں نہیں آئیں گی۔ مراد یہ ہے کہ دشمن جو چاہے کر لے ناممکن ہے کہ تیرے آنے والے لمحات کو گزرے ہوئے لمحات سے بدتر کر کے دکھا دے وہ لازماً زیادہ شان سے چمکیں گے. لازماً ان کو زیادہ رفعتیں عطا ہونگی۔

پس جماعت احمدیہ، میں نے ان سے مختصراً یہ کہا ویسے تو تفصیل سے مضمون بیان کر رہا ہوں مگر اس وقت میں نے ان کو اس معاملے میں کہا کہ، اس بات کی ایک زندہ مثال موجود ہے اور یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ ہمارا تعلق اس رسول سے ہے جس کے حق میں یہ وعدہ فرمایا گیا تھا اور ہمارے حق میں وہ وعدہ پورا ہو رہا ہے اور دوسری جماعتوں کے حق میں نہیں ہو رہا۔ اس لئے اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس کا رسول سے تعلق ہے کس کا نہیں ہے۔ جب وہ وعدے پورے کرتا ہے تو کھول دیتا ہے اس بات کو کہ جن کا تعلق ہے وہ کوئی لکی چھپی بات نہیں ہے۔ ان لوگوں میں وہ وعدے پورے ہوتے دیکھو گے جو میں نے اپنے پیارے رسول سے کئے تھے۔ پس جماعت احمدیہ کی مالی قربانیاں ایک حیرت انگیز صداقت کا نشان ہیں اور اخلاص کے بغیر اور محبت کے بغیر ممکن نہیں ہے اس لئے لوگ لاکھ طعنے دیں کہ جی یہ تو چندے کی باتیں کرتے ہیں لیکن آپ اس حقیقت پر پوری طرح قائم رہیں۔ آپ کی سچائی کا قدم ٹلنا نہیں چاہئے اس حقیقت سے کہ آپ جو خدا کی راہ میں پیش کرتے ہیں وہ چٹی نہیں ہے، وہ محبت کے رشتے ہیں، محبت کے اطوار ہیں جو از خود آپ کو خدمت دین پر یعنی مالی خدمت پر مجبور کرتے چلے جاتے ہیں کوئی بیرونی دباؤ نہیں ہے۔ ہاں نفس کی اپنی ایک تمنا ہے کہ وہ جس نے سب کچھ دیا ہے ہم بھی تو اس کی راہ میں کوئی تحفہ پیش کریں جسے وہ قبول کرے اور ہماری ادنیٰ پیش کش کے مقابلے پر محبت کا سودا ہو اس کے پیار کی نظریں ہم پر پڑنے لگیں۔

اس پہلو سے وقف جدید بھی کوئی مستثنیٰ نہیں۔ ساری دنیا میں جماعت احمدیہ جو ہر قسم کے چندے پیش کر رہی ہے ان میں جب وقف جدید کا اضافہ کیا گیا تو دوسرے چندوں میں کمی نہیں آئی، یہ چندہ بڑھنا شروع ہو گیا۔ یہ عجیب سی چیز ہے کہ جتنا مرضی بوجھ ڈال دو اور بوجھ ڈالو تو رفتار اور بھی تیز ہو جاتی ہے، کم نہیں ہوتی کسی قیمت پر۔ اور اگر بوجھ والی سواریاں ہیں تو جتنی سواریاں بعد میں داخل ہوتی ہیں وہ بھی تیز رفتار اسی طرح اسی شان کے ساتھ آگے بڑھنے والی ہیں۔ جس پہلو سے بھی دیکھو یہ جماعت احمدیہ کی زندگی کی علامتیں ہیں اور یہ اس وقت تک زندہ رہیں گی جب تک آپ کے اندر روحانیت زندہ رہے گی، جب تک آپ کے اندر خدا کا تعلق زندہ رہے گا، جب تک آپ اپنے خرچ کو اس آیت کے اسلوب کے مطابق ڈھالیں گے جو ہمیں بتاتی ہے کہ تم نے پیار اور محبت کے نتیجے میں خدا کے حضور پیش کرنا ہے اور ڈرنا نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ تم پر ایسے فضل نازل فرمائے گا کہ تم خود اس کے نتیجے میں حیرت زدہ رہ جاؤ گے۔

ہر سال جماعت کی مالی قربانیوں میں اضافہ جہاں ایک طرف اس بات پر گواہ ہے کہ جماعت احمدیہ اخلاص میں آگے بڑھ رہی ہے وہاں اس بات پر بھی گواہ ہے کہ خدا اپنے وعدے پورے کرتا چلا آ رہا ہے اور اتنی قربانیوں کے باوجود جماعت غریب نہیں ہوئی بلکہ پہلے سے بڑھ کر امیر ہو گئی ہے۔

اب اس پس منظر میں میں آپ کو وقف جدید کے بعض کوائف پڑھ کے سناتا ہوں۔ وقف جدید کا آغاز تو ۱۹۵۷ء کے آخر میں ہوا غالباً ستمبر میں یا اس کے لگ بھگ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کی بنیاد ڈالی۔ جو ابتدائی ممبر مقرر فرمائے تھے ان میں اس عاجز کے نام کے علاوہ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کا نام بھی تھا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کا نام بھی تھا جن کا ابھی چند دن ہوئے وصال ہوا ہے اور آج انشاء اللہ ان کی نماز جنازہ غائب پڑھی جائے گی اور حضرت مولوی ابوالعطاء صاحب کا نام بھی تھا۔ حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب کا نام بھی تھا اور بھی ایک دو نام تھے تو کل سات ممبران تھے جن سے اس تحریک کا آغاز ہوا۔ اور ابتدائی وعدہ مجھے یاد ہے اس سال کا شاید ستر بہتر (۷۲) ہزار روپے تھا اور پھر جو خدا تعالیٰ کے فضل سے خدا تعالیٰ نے اسے ترقی عطا فرمانی شروع کی تو اب آج کے وقت تک پہنچتے پہنچتے بالکل کایا پلٹ چکی ہے۔ جو ابتدائی رقمیں تھیں وہ جو لاکھوں کی رقمیں تھیں کروڑوں میں بدل چکی ہیں، جو ہزاروں کی تھیں لاکھوں میں اور لاکھوں کی کروڑوں میں بدل چکی ہیں اور دنیا کی وہ قومیں بھی اب اس قربانی میں شامل ہو گئی ہیں جن کو پہلے وقف جدید کی قربانی میں شامل نہیں کیا جاتا تھا یعنی یورپ اور دیگر مغربی اقوام یعنی یورپ کی اور امریکہ اور کینیڈا وغیرہ کی اقوام۔

تو اب میں مختصر آپ کے سامنے یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ کس طرح محبت اور پیار سے جماعت احمدیہ وقف جدید کے تقاضوں کو پورا کر رہی ہے اس کا اندازہ آپ اس سے کریں کہ تہتر (۷۳) ممالک کی رپورٹس کے مطابق ۹۵ء کے سال میں جماعت احمدیہ کو تین کروڑ چار لاکھ پانچ ہزار وعدے پیش کرنے کی توفیق ملی تھی اور وصولی تین کروڑ اڑتالیس لاکھ چھیاسی ہزار ہوئی ہے۔ یعنی وعدے کم اور وصولی بہت زیادہ اور اس میں سب سے آگے امریکہ نے قدم رکھا ہے ماشاء اللہ۔ اس کی جب میں تفصیل بیان کروں گا تو انگلستان والوں کے لئے کافی سوچ بچار کے سامان ہیں اس میں۔ ایک طرف آپ کا امریکہ سے مقابلہ ہے، دوسری طرف ہندوستان سے بھی ہے اور میں آپ کو بروقت متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ ہندوستان دوڑ میں بہت پیچھے سے شروع ہوا اور آپ کے قریب قریب پہنچ چکا ہے۔ انٹرنیشنل کرنسی میں اگر اس کو تبدیل کر کے پیش کروں تو پانچ لاکھ (۷۷) ہزار سات صد پاؤنڈ کے وعدے تھے یعنی آپ کی کرنسی، انگلستان کی کرنسی میں اگر ڈھالوں اس کو، اور اس کے مقابل پر وصولی خدا کے فضل سے چھ لاکھ ستر ہزار نو صد پاؤنڈ ہوئی۔ یہ وصولی کی جو خبریں ہیں یہ دراصل ابھی تک مکمل نہیں ہوئیں کیونکہ وصولی بعد میں بھی ہوتی رہتی ہے۔ جب رپورٹیں آتی ہیں تو اس وقت تک جو رقمیں آ چکی ہوتی ہیں سب رپورٹوں میں شامل نہیں ہو سکتیں کیونکہ حساب کتاب میں دفتری انتقالات میں وقت لگتے ہیں اور بعض لوگ اپنی وصولیاں سال ختم ہونے کے بعد بھی پچھلے سال کے حساب میں کرتے رہتے ہیں اور مرکز کو بھیجتے رہتے ہیں تو یہ جو خدا کے فضل سے حیرت انگیز وصولی کی رقمیں آپ نے سنی ہیں ان سے انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ ہوگی کم نہیں ہوگی۔

جماعت احمدیہ جو خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کر رہی ہے ان کے اندر ایسا نور ہے کہ اس کی کوئی مثال دنیا میں کہیں دکھائی نہیں دیتی

اب میں بعض سالوں کے مقابلے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ یعنی پچھلے دو سالوں کے مقابلے سال انتالیس میں یعنی ۱۹۹۴ء میں چار لاکھ بیاسی ہزار پاؤنڈ کے وعدے تھے اور وصولی پانچ لاکھ چھبیس ہزار آٹھ سو چھیاسی کی تھی۔ تو یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں ہے کہ وعدوں سے وصولی آگے بڑھ گئی ہے پچھلے دو سالوں کے موازنے میں بھی یہی ہوا تھا۔ سال ۹۴ء میں چار لاکھ بیاسی ہزار کے وعدے اور وصولی پانچ لاکھ چھبیس ہزار کی تھی۔ سال چالیس میں پانچ لاکھ ستہتر ہزار سات سو نوے پاؤنڈ کے وعدے اور چھ لاکھ ستر ہزار نو سو تیرہ پاؤنڈ کی وصولی۔ اور جہاں تک فیصد اضافے کا تعلق ہے گزشتہ دو سالوں کے موازنے میں اضافہ وعدوں سے بڑھ کر وصولی کی نسبت یہ تھی ۱۹۶۸۶ء۔ اور یہ جو سال ابھی گزرا ہے اس کو پچھلے سال پر اپنے

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
Muslim TV AHMADIYYA
SKY
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TEL: 01276-20916 FAX: 01276-678 740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

وعدوں اور ان کی وصولی کی جو نسبت بنی ہے وہ ہے ۹۵ء میں ۲۷ فیصد وعدوں سے زیادہ وصولی ہوئی ہے۔ جبکہ گزشتہ سال ۸۶ء ۱۹ فی صد تھی۔

ہر سال جماعت کی مالی قربانیوں میں اضافہ جہاں ایک طرف اس بات کا گواہ ہے کہ جماعت احمدیہ اخلاص میں آگے بڑھ رہی ہے وہاں اس بات پر بھی گواہ ہے کہ خدا اپنے وعدے پورے کرتا چلا جا رہا ہے

جہاں تک مجاہدین کی تعداد کا تعلق ہے اس لحاظ سے بھی خدا کے فضل سے یہ سال بہت بہتر رہا ہے۔ سال انتالیس میں ایک لاکھ اکانوے ہزار تین سو چوہتر چندہ دہندگان نے وقف جدید میں حصہ لیا تھا۔ ایک لاکھ اکانوے ہزار تین سو چوہتر۔ سال ۱۹۹۵ء میں دو لاکھ دس ہزار چھ سو بیالیس افراد نے، مخلصین نے وقف جدید کے چندے میں حصہ لیا۔

جہاں تک امریکہ کی غیر معمولی خدمات کا اور سبقت کے جوش کا تعلق ہے میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ امریکہ نے ایک فیصلہ کیا میں جب وہاں گیا تو ایم ایم احمد نے مجھ سے بات کی جو امیر ہیں امریکہ کے کہ ہم نے غور کیا آپس میں کہ جب بھی کسی ملک کے سبقت لے جانے کا ذکر ملتا ہے تو ہمارے دل میں بڑی ایک قسم کی بے چینی سی پیدا ہو جاتی ہے، جہاں خوشی بھی ہوتی ہے وہاں بے چینی بھی کہ کاش کسی مد میں تو ہماری سبقت کا بھی ذکر آئے تو بہت غور کے بعد ہم نے سمجھا کہ دوسرے بڑے بڑے چندوں میں تو ہم اپنی تعداد اور حالات کے لحاظ سے دنیا کو پیچھے نہیں چھوڑ سکتے تو وقف جدید کے چندے کو اپنے لئے خاص مطمح نظر بنا لیں اور یہ فیصلہ کریں کہ سارے مل کر وقف جدید میں بہر حال سب دنیا کی جماعتوں سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ اس وعدے کو وہ پھر سال بہ سال پورا کرتے رہے اور مسلسل ان کا قدم ترقی کی طرف بڑھا ہے۔ چنانچہ اس سے آپ دیکھ لیجئے کہ اس وقت دنیا بھر کی جماعتوں میں پاکستان کے سوا باقی سب جماعتوں سے امریکہ جماعت آگے بڑھ گئی ہے۔ جو چندوں کے لحاظ سے بھی آگے بڑھ گئی ہے، وعدوں کے مقابل پر وصولی حاصل کرنے کی رفتار میں بھی آگے بڑھ گئی ہے اور تعداد چندہ دہندگان بڑھانے میں بھی آگے بڑھ گئی ہے۔

امریکہ کا اس سال ۹۵ء والے سال کا وعدہ ایک لاکھ ستر ہزار ڈالر تھا اور بڑی خوشی سے مجھے فون پر بتایا گیا ہے کہ ہم نے بڑی چھلانگ لگائی ہے اور اس دفعہ وعدہ ایک لاکھ ستر ہزار ڈالر کا ہے۔ وصولی پتہ ہے کتنی ہوئی ہے، دو لاکھ نوے ہزار ڈالر۔ مجھے انہوں نے بتایا خود ان کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ عجیب بات ہے، اللہ کی شان کہ ہم ایک لاکھ ستر کو زیادہ سمجھ رہے تھے اور خدا نے ایسا ولولہ پیدا کر دیا ہے دلوں میں کہ وصولی کی جو آخری خبر موصول ہوئی ہے وہ دو لاکھ نوے ہزار ڈالر کی ہے۔ اور چندہ دہندگان کے اعتبار سے بھی ماشاء اللہ گزشتہ سال کے مقابل پر انچاس فی صد اضافہ ہوا ہے اور وہی اضافہ غالباً اس وصولی پر بھی اثر انداز ہوا ہے کیونکہ جن کو بعد میں انہوں نے چندہ دہندہ بنایا ہے ان کا پہلے وعدوں میں نام نہیں آیا ہوگا ظاہر بات ہے۔ تو اس وجہ سے ان کی پھر وصولی کی رفتار خدا کے فضل سے یا وصولی کی نسبت خدا کے فضل سے بڑھ گئی۔

ویسے الحمد للہ کہ آج تک پاکستان کو یہ جھنڈا سب جھنڈوں سے بلند رکھنے کی توفیق مل رہی ہے۔ تمام دنیا میں سب سے زیادہ وقف جدید کے میدان میں قربانی کرنے کی پاکستان کی جماعتوں کو توفیق ملی ہے۔ پیچھے سے بہت آگے بڑھنے والی جماعتوں میں سے امریکہ اب نمبر دو پر آ گیا ہے۔ پاکستان کے بعد ان کا نمبر دو ہے لیکن فرق اب تھوڑا رہ گیا ہے۔ اس لئے بعید نہیں کہ اگلے سال یہ اپنی خواہش کے مطابق دنیا کی وقف جدید کی قربانی میں نمبر ایک جماعت بن جائے۔ جرمنی سب چندوں میں اللہ کے فضل سے اچھا اور مخلص اور متوازن قربانیاں کرنے والا ہے۔ وقف جدید میں جرمنی کی پوزیشن نمبر تین ہے اور اب آپ انتظار کر رہے ہونگے کہ برطانیہ کی باری آ جائے گی۔ میں بھی یہاں رہتا ہوں آج کل، لیکن افسوس کہ کینیڈا نے برطانیہ کو پیچھے چھوڑ دیا حالانکہ کینیڈا باقی چندوں کے لحاظ سے ان سے پیچھے ہے۔ اس کی مالی استطاعت جماعت برطانیہ کی مالی استطاعت سے کم ہے مگر اس کو خدا نے توفیق بخش دی کہ کینیڈا کے بتیس ہزار پاؤنڈ کے مقابل پر برطانیہ کی طرف سے چھبیس ہزار پاؤنڈ پیش ہوئے ہیں۔ اور خطرناک بات یہ ہے کہ انڈیا چھٹے نمبر پر آ کر اکیس ہزار نو سو تریسٹھ پاؤنڈ کی قربانی پیش کر رہا ہے جب کہ اس سے پہلے چند ہزار سے زیادہ نہیں ہوا کرتی تھی۔ اب ہندوستان اور برطانیہ کے اقتصادی حالات کا موازنہ بھی کریں اور احمدیوں کی تعداد کا موازنہ بھی کریں اور پھر ان کو ملا کر دیکھیں تو پھر صحیح تصویر سامنے آئے گی۔ تعداد کے لحاظ سے اس وقت ہندوستان کی تعداد جو میں نے اندازہ لگایا ہے وہ تقریباً سات گنا زیادہ ہے۔ یعنی اگر ایک احمدی ہے یہاں تو وہاں سات احمدی ہیں اور جو بہت سے نومبایعین اب آ رہے ہیں ان کو میں شمار نہیں کر رہا کیونکہ ابھی ہم نے ان کو سنبھالا نہیں ہے۔ پچاس ہزار جو گزشتہ سال آئے تھے ان کو تو فوراً اس میدان میں نہیں جھونک سکتے کیونکہ ان کی تربیت پہ ابھی کچھ وقت لگے گا۔ وہ احمدی جو مستحکم ہو چکے ہیں ان میں سے اکثر چندہ دہندگان نکلے ہیں جو پرانے احمدی تھے اور اس طرح نسبت ایک اور سات کی ہے یعنی ان کو عددی فوقیت آپ پر سات گنا کی ہے لیکن اقتصادی نقطہ نگاہ سے اگر دیکھیں تو آپ کو ان کے مقابل پر فی آدمی بارہ گنا زیادہ آمد ہوتی ہے اور یہ ایک محفوظ اندازہ لگایا گیا ہے جو یونائیٹڈ نیشنز کے چھپے ہوئے اعداد و شمار سے نکالا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے رفیق چانن صاحب نے جو اقتصادیات سے تعلق رکھتے ہیں مجھے یہ رسالہ بھیجا جو تازہ چھپ کے آیا تھا اور کہا کہ آپ نے چندوں کے موازنے کرنے ہوتے ہیں تو اس پہلو کو بھی مد نظر رکھ لیا کریں کہ کسی قوم میں مالی استطاعت کیا ہے اور اقتصادی حالت کیسی ہے۔ تو جواب تو میں نے ان کو یہی دیا تھا یا ابھی لکھوانا ہے کہ واقعہ یہ ہے کہ یہ باتیں تو ہم اقتصادی جائزوں کے طور پر پیش کر ہی نہیں رہے یہ تو ذریعے ہیں ایک دوسرے سے مقابلہ پیدا کرنے کے، فاستبقوا الخیرات کے بہانے ملتے ہیں اور اللہ کے فضل سے یہ باتیں کام کر بھی رہی ہیں۔ اگر میں اقتصادی گہرائیوں میں اتر کر یہ موازنے شروع کر دوں کہ دراصل کیا بات ہے، اصل میں کون آگے ہے تو یہ سارا لطف بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا اور ان باتوں کی اکثر سمجھ بھی نہیں کسی کو آنی تو اس لئے مجھے چلنے دیں اسی طریقے سے۔ جماعت کو ضرورت ہے اچھی باتوں کی تحریص کی اور تحریک اسی غرض سے کی جاتی ہے اس لئے آپ اپنے نقطہ نظر سے جو مرضی سمجھیں مگر جس انداز سے مجھے خدا کے فضل سے جماعت کے دلوں میں ایک ہلچل پیدا کرنے کی توفیق مل جاتی ہے وہی میرا مقصد ہے اور وہ پورا ہو رہا ہے مگر بہر حال انہوں نے چونکہ بھیجا تھا اس لئے میں نے کہا استعمال ضرور کرنا ہے کیونکہ ان کا پہلا وار ہے وہ خالی نہیں جانا چاہئے۔ چنانچہ میں نے اس کو استعمال کیا۔ اب اسی کی رو سے میں آپ کو یہ موازنہ بتا رہا ہوں کہ ہندوستان کی مالی استطاعت اگر دلی کا لنڈن سے مقابلہ کیا جائے تو ایک اور بارہ کی نسبت ہے۔ ہندوستان اگر ایک روپیہ کماتا ہے تو انگلستان بارہ روپے کماتا ہے۔ تعداد دیکھی جائے تو آپ کے چندہ دہندگان کے مقابل پر ان کی سات گنا تعداد ہے۔ اور اس پہلو سے اس موازنے کے بعد آپ کو ان سے بہت زیادہ آگے ہونا چاہئے لیکن وہ آپ کے قریب پہنچ گئے ہیں اور بعید نہیں کہ اگلے سال یا اس سے اگلے سال آپ کو پیچھے چھوڑ جائیں۔ اس لئے پتہ نہیں میں نے یہ کہہ کے آپ کے دلوں کو ہلایا ہے یا آپ الحمد للہ کر کے بیٹھ گئے ہیں کہ چلو اچھا ہوا ہمارے بھائی کو فوقیت مل گئی۔ جہاں مقابلے ہوں وہاں بھائی نہیں دیکھے جاتے۔ قرآن کریم فرماتا ہے "لکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات" بھائی بھائی بنا دیا ہے تمہیں لیکن مقابلہ پھر بھی کروانا ہے اور وہ مقابلہ یہ ہے کہ تمہارے لئے ہم نے یہ مطمح نظر بنا دیا ہے کہ نیکیوں میں ضرور ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ اس لئے جب نیکیوں میں مقابلہ ہو پھر بھائی بھائی نہیں دیکھنا پھر ضرور آگے بڑھنے کی کوشش کرنی ہے۔

سویٹزرلینڈ کا نمبر سات ہے اور سویٹزرلینڈ اس پہلو سے مالی اقتصادی حیثیت کے لحاظ سے دنیا کی سب سے اونچی قوموں میں سے ہے۔ جو یونائیٹڈ نیشنز کی طرف سے چارٹ چھپتے ہیں ان کا طریقہ یہ ہے، وہ کہتے ہیں فرض کرو سویٹزرلینڈ سو ہے تو امریکہ کتنا ہے، انگلستان کتنا ہے یا وہ شہروں کے موازنے کر کے بتاتے ہیں کہ اگر زیورچ اتنا ہے تو لندن کتنا ہے اور کوپن ہیگن کتنا ہے وغیرہ وغیرہ تو اس پہلو سے جو میں موازنہ بتا رہا ہوں سویٹزرلینڈ کو خدا کے فضل سے تمام دنیا میں اقتصادی برتری اگر سب ملکوں پر نہیں تو اکثر ممالک پر حاصل ہے اس پہلو سے ان کا آگے آنا خوشی کی بات تو ہے مگر اتنی تعجب کی بات نہیں۔

انڈونیشیا بھی مالی قربانیوں میں ترقی کر رہا ہے اس کا نمبر آٹھواں ہے۔ بلجیم کا نواں نمبر ہے اور جاپان کا دسواں نمبر ہے۔ بعض دوسرے چندوں میں جاپان آگے نکل جاتا ہے۔ یہ ہوتا رہتا ہے کبھی اس دوڑ میں کوئی کبھی دوسری دوڑ میں کوئی اور تو اس پہ کچھ پژمردہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوشش کرتے رہیں خدا جب جس کو توفیق دے اسی کو کامیابی نصیب ہوگی۔ فی کس مالی قربانی کے لحاظ سے سویٹزرلینڈ نمبر ایک ہے۔ اگر سویٹزرلینڈ کے یونائیٹڈ نیشنز کے چارٹ کی طرح سو نمبر مقرر کئے جائیں تو دوسرے نمبر پر امریکہ آتا ہے اس کے تہتر نمبر بنیں گے تیسرے نمبر پر بلجیم آتا ہے جس کے اکسٹھ نمبر بنیں گے، چوتھے نمبر پر کوریا جس کے انتیس نمبر اور جاپان کو پانچویں نمبر پر یہاں قربانی میں رکھا ہوا ہے لیکن دنیا میں وہ سویٹزرلینڈ کے بعد نمبر دو ہے Per Capita Income کے لحاظ سے سویٹزرلینڈ کے اگر سو نمبر ہیں تو جاپان کے چھیاسی نمبر یونائیٹڈ نیشنز نے مقرر کئے ہیں یہاں Per Capita Income سے مراد تجارتی انکم مراد نہیں ہے بلکہ Wages یعنی ایک آدمی جب نوکری کرتا ہے تو اس کو جو تنخواہ ملتی ہے اس کے اعداد و شمار سے یونائیٹڈ نیشنز نے یہ موازنہ شائع کیا ہے۔ سویٹزرلینڈ میں سب ملازموں کی اگر اوسط نکالی جائے تو

محمد صادق جیولرز

MOHAMMAD SADIQ JUWELIER

آپ کے شہر ہمبرگ میں عرب امارات کی دوسری شاخ۔ ہمارے ہاں جدید ترین ڈیزائینوں میں خالص سونے کے زیورات دستیاب ہیں۔ عرب امارات کے بنے ہوئے ۲۲ قیراط سونے کے زیورات گارنٹی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ نیز زیورات کی مرمت کے علاوہ ہر قسم کے زیورات آرڈر پر بھی بنوائیں۔ پرانے زیورات کو نئے میں بھی تبدیل کرواسکتے ہیں۔

ہمارے پتہ جات:

Hamburg:
Hinter der Markthalle 2
Near, Thalia Theater Karstedt,
20095 Hamburg,
Tel: 040/30399820

Frankfurt:
S. Gilani,
Tel: 069/685893

ملازم پیشہ کو اگر سو پاؤنڈ ملتے ہوں تو جاپان کے ملازم پیشہ کو چھیاسی ملتے ہیں۔ پس اس پہلو سے سوئٹزرلینڈ کی جماعت کا نمبر ایک ہونا نسبت کے لحاظ سے یہ ایک بڑا مبارک قدم ہے اور انہوں نے دنیا کی اقتصادی توقعات کے مطابق جماعتی مالی قربانیوں میں بھی ویسا ہی نمونہ دکھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔

پاکستان کے موازنے میں صرف اتنا بتانا کافی ہے لمبی فہرستیں پڑھنے کا وقت تو نہیں ہے کہ الحمدللہ ربوہ کو گزشتہ سالوں میں ہمیشہ اول آنے کی توفیق ملتی رہی ہے اس دفعہ بھی اول آیا ہے۔ اور نمبر دو جہاں تک بالغان کی قربانی کا تعلق ہے دفتر بالغان الگ ہے دفتر اطفال الگ ہے۔ ربوہ نمبر ایک ہے، کراچی نمبر دو ہے اور لاہور نمبر تین ہے۔ جہاں تک اضلاع کا تعلق ہے اسلام آباد پھر سیالکوٹ پھر راولپنڈی پھر فیصل آباد، گوجرانوالہ، گجرات، شیخوپورہ، سرگودھا، عمرکوٹ، کوئٹہ یہ دس اضلاع ہیں جن کو اسی ترتیب سے خدا تعالیٰ نے زیادہ خدمت کی توفیق بخشی ہے۔ جہاں تک اطفال کا تعلق ہے وہاں بھی ربوہ نمبر ایک ہے اور کراچی کی بجائے لاہور نے دوسری پوزیشن سنبھال لی ہے۔ چنانچہ ربوہ اول، لاہور دوئم اور کراچی سوم ہے۔ جہاں تک اضلاع کا تعلق ہے گوجرانوالہ بہت پیچھے رہ جانے والی جماعتوں میں سے تھا جو آگے بڑھ کر اس میدان میں اول آگیا ہے۔ اور راولپنڈی اس کے بعد، پھر سیالکوٹ، پھر شیخوپورہ، پھر فیصل آباد، اسلام آباد، اوکاڑہ، سرگودھا، نارووال اور آخر پر میرپور خاص۔ یہ ہے خلاصہ اس سال کی مالی قربانیوں کا اور میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ آئندہ بھی اسی ذوق و شوق کے ساتھ آپ وقف جدید کے میدان میں ہر پہلو سے پہلے سے بڑھ کر قربانیاں پیش کرتے رہیں گے۔

جماعتوں کو میں پھر دوبارہ یاد دہانی کرواتا ہوں کہ نومبایعین کو ضرور شامل کریں خواہ معمولی رقم لے کر بھی ان کو شامل کریں۔ ایک دفعہ جس کو خدا کی راہ میں محبت سے کچھ پیش کرنے کی توفیق مل جائے پھر وہ چسکا پڑ جاتا ہے پھر وہ زندگی بھر اس کا چسکا اترتا نہیں ہے۔ اس لئے بڑے بڑے بھاری بھاری چندے وصول نہ کریں شروع میں جتنی توفیق ہے اتنا وصول کریں تاکہ وہ جو محبت کا مضمون ہے وہ قائم رہے چٹی کا مضمون نہ آجائے۔ ایک دفعہ آپ نے نئے آنے والوں پر توفیق سے بڑھ کر بوجھ ڈال دیا اور اصرار کیا کہ تم سولہواں حصہ ضرور دو اور فلاں میں اتنا دو اور فلاں چندے میں اتنا دو تو بعید نہیں کہ وہ چونکہ کمزور ہیں ان کی کمریں ٹوٹ جائیں اور ایمان میں بڑھنے کی بجائے وہ پہلے مقام سے بھی نیچے گر جائیں اس لئے حکمت کے تقاضے پورے کریں۔ خدا نے جو انفاق فی سبیل اللہ کی روح بیان فرمائی ہے کہ وہ تعلق باللہ ہونی چاہئے اور انسان اپنے شوق سے محبت کے طور پر پیش کرے اس رو سے جتنا کوئی توفیق پاتا ہے اس توفیق کو مدنظر رکھ کر اس سے لیں۔ لیکن کچھ نہ کچھ کی توفیق تو ہر ایک رکھتا ہے اگر ایک معمولی رقم بھی وہ دے دے، خوشی سے دے دے تو وہ بھی قبول کر لیں اور تعداد بڑھانے کی کوشش کریں۔

تعداد تو جماعت میں مالوں کی بھی بڑھ رہی ہے اور انفس کی بھی بڑھ رہی ہے اس کے علاوہ ایک نظام ہے کہ جہاں تعداد کم بھی ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ موت کے ذریعے خدا کا قطعی اٹل نظام چلتا ہے کہ نیک ہوں یا بد ہوں سب نے بالآخر خدا کے حضور واپس جانا ہے۔ جو ترقی کرنے والی قومیں ہیں ان کے زندوں کی تعداد مرنے والوں کے مقابل پر بہت تیزی سے بڑھتی ہے۔ جو زندہ رہنے والی قومیں ہیں ان کے اندر صاحب ایمان اور پر خلوص اور تعلق باللہ رکھنے والوں کی تعداد ان کے مقابل پر بہت زیادہ بڑھتی ہے جو چھوڑ کر واپس خدا کے حضور حاضر ہو رہے ہوتے ہیں۔

حضرت مولوی ابوالمنیر صاحب کا میں نے ذکر کیا تھا ان کے علاوہ بھی کچھ جنازے ہیں۔ مولوی امیر احمد صاحب درویش قادیان، سلمیٰ صدیقہ صاحبہ امیر صاحب اسلام آباد علیم الدین صاحب کی بیگم، چوہدری فضل الٰہی صاحب ربوہ، منور احمد صاحب لون، مکرمہ سردار بیگم صاحبہ اہلیہ علی محمد صاحب۔ یہ ہمارے شیر محمد کی بھاوجہ تھیں۔ مکرم ناصر احمد صاحب ہم زلف ملک اشفاق احمد صاحب، افسر حفاظت یا نائب افسر حفاظت۔ ان سات کے جنازے بھی ابھی نماز جمعہ اور عصر کے بعد پڑھے جائیں گے۔

مولوی صاحب کے متعلق بالکل مختصر تعارف میں کروا دیتا ہوں کہ آپ کی پیدائش ۱۷ دسمبر ۱۹۱۷ء کی ہے یعنی مجھ سے عمر میں گیارہ سال بڑے تھے۔ اور اللہ کے فضل کے ساتھ بچپن ہی سے خدمت دین کے لئے وقف اور ہمہ تن خدمت دین خصوصاً علمی خدمت میں پیش پیش رہے۔ آپ کے دادا حضرت حکیم چراغ دین صاحب رضی اللہ عنہ اور والد حضرت منشی عبدالحق صاحب رضی اللہ عنہ دونوں صحابی تھے اور منشی صاحب کی اولاد ساری خدا کے فضل سے دیندار، بہت نیک، خدمت کرنے والی اور ان کی اگلی نسلیں بھی آگے پھر اسی رنگ میں رنگین ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کا دست شفقت خصوصیت سے حضرت مولوی صاحب پر ہوا کرتا تھا یہاں تک کہ بہت سے لوگ اس سے کچھ حسد نہیں تو رشک محسوس کرتے تھے مگر دیکھنے والوں کو حسد لگا کرتا تھا۔ اس حد تک مولوی صاحب سے حضرت مصلح موعودؓ شفقت فرمایا کرتے تھے کہ دوسرے علماء کو بھی تکلیف ہوتی تھی کہ اس میں کون سی زیادہ باتیں آگئی ہیں جو اتنا لاڈلا ہے۔ اور بڑی بات یہ تھی کہ خدمت دین میں خصوصیت سے علمی خدمت میں مولوی صاحب کو ایک بڑے لمبے عرصے تک توفیق ملی ہے کہ مصلح موعودؓ کی مدد کریں اور اس کا اظہار مختلف رنگ میں حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرح بھی فرمایا کہ قادیان میں ۱۹۴۳ء ہی میں جو تعلیمی کمیٹی انجمن کی قائم فرمائی جس کے صدر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، اس میں مولوی صاحب کو بھی اپنی کم عمری کے باوجود اس زمانے کے لحاظ سے اس کا ممبر بنایا اور باقی ممبر جو تھے ان کا اندازہ کریں کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے علاوہ ملک غلام فرید صاحب، مولانا شمس صاحب، ملک سیف الرحمان صاحب وغیرہ یہ اس کے ممبران تھے۔ پھر ایک موقعہ پر آپ کو ناظم انخلاء آبادی مقرر فرمایا گیا۔ جامعۃ المبشرین میں ۱۹۴۹ء میں آپ بطور مدرس مقرر ہوئے۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ جماعت میں جو عہدے ہیں ان کی کوئی خاص قیمت نہیں ہے، خدمت ہے بس۔ کسی وقت بھی کسی شخص کو کبھی ناظر بنا دیا جائے کبھی استاد بنا دیا جائے، مجال ہے جو کبھی ماتھے پر بل پڑیں کہ میں ناظر تھا اب میں استاد بنا دیا گیا ہوں۔ اسی طرح شوق اور ولولے سے ہنستے کھیلتے، مسکراتے ہوئے خدمت سرانجام دینے کی روح ہے جو جماعت کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ تو وہاں میرے بھی استاد تھے۔ قرآن کریم کے لئے ہمارے مولوی نورالحق صاحب بھی استاد ہوا کرتے تھے اور بڑی شفقت کا تعلق تھا، بے تکلفی بھی تھی، بچے ان کو تعلیم میں چھیڑا بھی کرتے تھے اور یہ مسکرا کر کافی حوصلے کا ثبوت دیا کرتے تھے۔ یہ عجیب قسم کے ہمارے تعلقات ہوتے تھے۔ ادب بھی ہوتا تھا، بے تکلفیاں بھی تھیں۔

وقف جدید کا قیام ہوا ہے تو آغاز ہی سے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آپ بھی مجلس وقف جدید کے ممبر رہے اور ہم ہمیشہ مالی معاملات میں حضرت مولوی صاحب کو ضرور مقرر کیا کرتے تھے کیونکہ یہ یقین تھا کہ یہ مالی نگرانی میں بہت اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہیں اور یقین ہوتا تھا کہ کسی غلط خرچ کی اجازت ہی نہیں دیں گے۔ اس لئے امانتوں پر دستخط کے لئے مولوی صاحب کا نام ضروری تھا اور اکاؤنٹس کو دیکھنے کے بعد جب تسلی کر لیتے تھے کہ ہر چیز درست خرچ ہو رہی ہے تب دستخط کیا کرتے تھے۔ پھر اراکین افتاء میں بھی آپ رہے۔ دارالقضاء کے بورڈ میں بھی رہے اور قرآن پبلیکیشنز، ناظم بک ڈپو، سیکرٹری نصرت پرنٹرز رہ کر اہم خدمات سرانجام دیں۔ اب میں جو قرآن کریم کا اردو ترجمہ کر رہا ہوں اس میں بھی حسب سابق جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ بعض علماء سے خدمتیں لیا کرتے تھے میں نے ایک ترجمۃ القرآن کمیٹی بنائی ہے ربوہ میں جو میرے ترجمے پر گہری نظر ڈالتے ہیں کہیں کوئی گرامر کی غلطی میری لاعلمی کی وجہ سے رہ گئی ہو یا کوئی ایسا نکتہ جو میری توجہ میں لانا ضروری ہو وہ بڑی محنت سے اس پر غور کرتے ہیں تفصیل سے چھان بین کر کے اپنا مافی الضمیر میرے سامنے رکھ دیتے ہیں پھر میں فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کی بات سے اتفاق کروں یا نہ کروں۔ بسا اوقات کرتا ہوں بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ اکثر تجویزیں رد کرنی پڑتی ہیں وہ سمجھتے ہیں تو بڑی خوشی سے پھر قبول کر لیتے ہیں کہ ہاں یہ بات درست ہے تو اس طرح ہم مل جل کر خدمت کر رہے ہیں۔ مولوی نورالحق صاحب کو بھی اس میں مقرر کیا گیا تھا اور اس میں انہوں نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہر میٹنگ میں شامل ہوتے تھے اور بڑی گہری نظر سے مشورہ بھیجا کرتے تھے جب میں مشورہ رد بھی کر دیتا تھا تو خوش ہوتے تھے اور کہتے تھے ہاں میں سمجھ گیا ہوں آپ کی بات درست، میری غلط اور جب قبول کرتا تھا تو شاید اور بھی زیادہ خوش ہوتے ہوں مگر اچھے تعلقات رہے ہمیشہ ان سے۔ اللہ ان کو غریق رحمت فرمائے۔

وہ پود جو واقفین کی اس زمانے میں قادیان کی پود ہے وہ عجیب بے نظیر پود تھی۔ کچھ رہ گئے ہیں بہت سے رخصت ہو گئے۔ جو رہ گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی اپنے پیار اور اپنی رضا کی چادر میں لپیٹ کر یہاں سے لے جائے اور جو چلے گئے ہیں ان پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ پس نماز جمعہ کے بعد نماز عصر ہوگی کیونکہ آج کل دن چھوٹے ہیں اور اس کے معاً بعد انشاء اللہ ان سب کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

سب کچھ تیری عطا ہے
گھر سے تو کچھ نہ لائے

با اعتماد ادارہ

DAUD TRAVELS

آپ بھی آئیے اور آزمائیے

دنیا کے کسی بھی ملک میں جب چاہیں رخت سفر باندھیں
آپ ہمیں اپنا پروگرام دیں، اسے خوبصورت انداز میں فریم ہم کریں گے
عمرہ یا حج
جلسہ سالانہ انگلستان یا قادیان، کہیں بھی جانا ہو
نشست محفوظ کرائیں اور خوشگوار سفر کی ضمانت حاصل کریں
پاکستان انٹرنیشنل ائرلائنز کی خصوصی پیشکش، ۴ افراد پر مشتمل کنبہ کے لئے ٹکٹ میں ۱۰٪ رعایت
بذریعہ فیری جلسہ سالانہ انگلستان میں شمولیت کرنے والوں کے لئے خصوصی رعایت۔ ۵ افراد بمعہ کار کرایہ ۱۶۰ مارک صرف۔ بس کے سفر کا بھی انتظام موجود ہے۔ بذریعہ ہوائی جہاز سفر کے لئے پیشگی بکنگ جاری ہے۔
اس کے علاوہ
ہر قسم کے سرکاری و غیر سرکاری دستاویزات کے جرمن ترجمہ کا بارعایت انتظام بھی موجود ہے۔

Bilal Daud Kahlon
Daud Travels
Otto Str. 10,60329. Frankfurt am Main
Direkt vor dem, Intercity Hotel
Telefon: (069) 23 3654, Fax: (069) 25 93 59
MOBILE: 01716221046

جنت البقیع

(حافظ مظفر احمد)

مدینہ منورہ میں موجود قبرستان جنت البقیع کے نام سے معروف ہے۔ بالعموم بقیع (جسے بقیع الغرقد بھی کہتے ہیں) میں تدفین یا جنازے وغیرہ پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ ایک حدیث میں رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں جاکر دعائیں کرنے کا ذکر ہے اور بخاری کی ایک روایت میں بقیع میں عیدالاضحیہ پڑھنے کا بھی ذکر ہے لیکن نہیں کہا جا سکتا کہ وہی بقیع تھا کیونکہ بقیع جھاڑیوں اور درختوں سے گھرے ہوئے میدان کو کہتے ہیں اور مدینہ میں ایسے کئی "بقیع" تھے۔ صحیح مسلم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بقیع کے حق میں دعائے مغفرت بھی مذکور ہے۔ "اللھم اغفرلاھل بقیع الغرقد"۔

دیگر کتب تاریخ مدینہ منورہ وغیرہ سے بھی ایسا کوئی حوالہ نہیں ملا جس میں یہ ذکر ہو کہ جنت البقیع میں پہلے مشرک یا یہودی وغیرہ دفن تھے۔ البتہ ایک اردو اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں بغیر کسی مستند حوالہ کے یہ بات درج ہے کہ "جنت البقیع کا قبرستان زمانہ جاہلیت سے اہل مدینہ کا قبرستان چلا آ رہا ہے"۔ تاہم باوجود تلاش کے اس کی کوئی سند نہیں مل سکی۔

☆ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد نمبر ۴ صفحہ ۷۰۰ کے مطابق "بقیع الغرقد جسے جنت البقیع بھی کہتے ہیں مدینہ منورہ کا قدیم ترین اور پہلا اسلامی قبرستان ہے۔ اس نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اصل میں ایک میدان تھا جو ایک قسم کی خاردار جھاڑیوں سے جنہیں غرقد کہتے ہیں پر تھا۔ مدینے میں ایسے کئی بقیع ہیں۔ یہ جگہ شہر کے جنوب مشرقی سرے پر، روضہ نبویؐ سے تھوڑے ہی فاصلے پر فصیل شہر سے باہر واقع ہے۔ .... مہاجرین میں سے سب سے پہلے البقیع میں دفن ہونے والے نبی اکرمؐ کے ایک صحابی حضرت عثمان بن مظعون تھے جن کا انتقال ۵ ھجری (۶۲۶ - ۶۲۷ء) میں ہوا۔ اس میدان کو خاردار جھاڑیوں سے صاف کیا گیا اور مدینے میں وفات پانے والے مسلمانوں کے لئے اسے قبرستان کے طور پر وقف کر دیا گیا"۔

عبدالقدوس انصاری نے اپنی تالیف آثار المدینہ صفحہ ۱۱۰ میں لکھا ہے کہ "البقیع ھو مقبرۃ المدینۃ الوحیدۃ منذ عصر الرسالۃ الی الیوم" یعنی بقیع مدینہ کا وہ واحد قبرستان ہے جو زمانہ رسالت سے آج تک چلا آ رہا ہے۔ فی الحقیقت جنت البقیع کی لمبائی ۱۵۰ میٹر اور چوڑائی ۱۰۰ میٹر ہے۔ اس کے دروازے کی پیشانی پر ایک پتھر پر کندہ ہے "ھئولاء بقیع شریف"۔

(نقوش رسول نمبر ص ۱۶۴)

☆ تاریخ طبری لابن جریر، الطبقات الکبریٰ لابن سعد اور وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ بن عفان کو یہود کے قبرستان حش کوکب میں دفن کیا گیا تھا بعد میں امویوں نے حش کوکب کو جنت البقیع سے ملا دیا۔

☆ عبیداللہؓ بن رافع کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے لئے مقبرہ کی تلاش میں تھے جہاں اپنے مردے دفن کر سکیں۔ آپ مدینہ کے اطراف اور نواح میں گئے (اور دیکھا) پھر فرمایا اس جگہ (یعنی بقیع) کے بارہ میں مجھے حکم ہوا ہے، اسے اس وقت بقیع خبخبہ کہتے تھے اور اکثر اس میں غرقد بوٹی یا جھاڑی تھی اور دلدل تھی (بخل دلدل والی جگہ کو کہتے ہیں)۔ اور جھاؤ اور گھاس پھوس تھی اور شام ہوتے ہی وہاں سیاہ دھوئیں کی طرح مچھر ہوتے تھے، وہاں سب سے پہلے عثمانؓ بن مظعون دفن کئے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر کے پاس ایک پتھر رکھا اور فرمایا یہ ہمارا پیشرو ہے اس کے بعد جب کوئی فوت ہوتا تو کہا جاتا کہ یا رسول اللہ! ہم اسے کہاں دفن کریں۔ حضورؐ فرماتے ہمارے پیشرو عثمان بن مظعون کے پاس۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد سوم ص ۳۹۷، مطبوعہ بیروت ۱۹۸۵ء)

☆ قدامہ بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بن مظعون وہ پہلے شخص تھے جو بقیع میں دفن کئے گئے۔ پھر جب نبی کریمؐ کے صاحبزادے ابراہیمؑ فوت ہوئے تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم کہاں ان کی قبر بنائیں۔ آپؐ نے فرمایا ہمارے پیش رو عثمانؓ بن مظعون کے پاس۔ اور ابو سلمہ بن عبدالرحمان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب صاحبزادہ ابراہیم ابن رسول اللہؐ فوت ہوئے تو حضورؐ نے عثمان بن مظعون کے ساتھ دفن کرنے کا حکم دیا۔ تب لوگوں کو بقیع میں رغبت پیدا ہوئی اور انہوں نے درخت کاٹے اور ہر قبیلہ نے ایک جگہ منتخب کر لی۔ تب سے ہر قبیلہ کا مقبرہ معروف ہوا۔ قدامہ بن موسیٰ سے روایت ہے کہ بقیع جھاڑیوں کا مجموعہ تھا۔ جب حضرت عثمانؓ بن مظعون فوت ہو کر بقیع میں دفن ہوئے تو یہ جھاڑیاں وغیرہ وہاں سے صاف کی گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو جہاں عثمانؓ دفن ہوئے فرمایا کہ یہ "روحاء" ہے۔

(وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلد دوم ص ۸۴، مطبوعہ بمطبعۃ الآداب و المئوید بمصر ۱۳۲۶ھ)

☆ ابوبشیر العابدی سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ تین دن تک پڑے رہے، دفن نہ کئے جاسکے۔ چنانچہ حکیم بن حزام وغیرہ نے حضرت علیؓ سے آپ کی تدفین کے بارہ میں بات کی کہ وہ اپنے اہل (بیت) کو اجازت دیں کہ وہ ساتھ ہوں، حضرت علیؓ نے اجازت دے دی۔ جب (بلوائیوں کو) اس کی خبر ہوئی تو وہ راستے میں پتھر لے کر بیٹھ گئے، آپ کے ساتھ آپ کے خاندان کے چند لوگ نکلے اور وہ مدینہ کی ایک چاردیواری میں لے گئے جسے حش کوکب کہتے تھے جہاں یہود اپنے مردے دفن کرتے تھے۔ جب آپ کا جنازہ لے کر چلے تو لوگوں نے پتھر مارے اور جنازہ گرانے کا ارادہ کیا۔ حضرت علیؓ کو پتہ چلا تو آپ نے سخت پیغام بھیجا کہ اس حرکت سے لازماً باز آئیں تب وہ رک گئے یہاں تک کہ عثمان دفن ہوئے حش کوکب میں۔ بعد میں معاویہ نے غالب آ کر وہ چار دیواری گرا دی یہاں تک کہ اسے بقیع سے ملا دیا۔ اور حکم دیا کہ لوگ عثمان کے آس پاس مردے دفن کریں۔ یہاں تک کہ یہ قبرستان مسلمانوں کے قبرستان سے مل گیا۔

(تاریخ الطبری لابی جعفر محمد بن جریر الطبری، جلد پنجم ص ۳۰۴۶۔ مطبوعہ مکتبہ خیاط بیروت ۱۹۶۵ء)

☆ عبداللہ بن ساعدہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان شہادت کے بعد دو راتیں اس حال میں پڑے رہے کہ لوگ ان کو دفن نہ کر سکے۔ پھر حکیم بن حزام، جبیر بن مطعم، نیار بن مکرم اور ابوجہم بن حذیفہ چاروں نے آپ کا جنازہ اٹھایا، جب جنازہ پڑھا جانے لگا تو بعض انصار اس سے روکنے آ گئے۔ ان میں اسلم بن اوس اور ابو حیہ مازنی وغیرہ بھی تھے انہوں نے حضرت عثمان کو بقیع میں دفن کرنے سے روکا۔ ابوجہم نے کہا ان کو دفن کر دو اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں نے جنازہ پڑھا ہے اور اس پر وہ لوگ کہنے لگے نہیں خدا کی قسم ان کو مسلمانوں کے مقبرے میں دفن نہیں کیا جائے گا تب انہوں نے آپ کو حش کوکب میں دفن کیا پھر جب بنوامیہ کی حکومت آئی انہوں نے اس حش کو بقیع میں شامل کر دیا۔ اور آج کل وہ بنی امیہ کا مقبرہ ہے۔

(تاریخ الطبری لابی جعفر محمد بن جریر الطبری، جلد پنجم ص ۳۰۴۸۔ مطبوعہ مکتبہ خیاط بیروت ۱۹۶۵ء)

☆ مالک بن ابی عامر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ اس بات سے بچتے تھے کہ "حش کوکب" میں اپنے مردے دفن کریں (کیونکہ یہ یہود کا قبرستان تھا۔ ناقل) حضرت عثمانؓ بن عفان فرمایا کرتے تھے کہ شاید کوئی نیک شخص فوت ہو اور وہاں دفن ہو اور پھر لوگ اس کی پیروی کریں۔ مالک بن ابی عامر کہتے ہیں کہ عثمانؓ بن عفان سب سے پہلے وہاں دفن ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد متوفی جلد سوم ص ۷۷، مطبوعہ بیروت ۱۹۸۵ء)

بقیہ — الحاج سید محمد حلمی الشافعی صاحب

شامل ہوئے۔ آپکی تدفین بروک وڈ کے قبرستان میں ہوئی جہاں قبر تیار ہونے پر مکرم آفتاب احمد خان صاحب امیر جماعت احمدیہ برطانیہ نے دعا کروائی۔

مختصر سوانحی خاکہ

آپ ۲۱ مارچ ۱۹۲۹ء کو قاہرہ (مصر) میں پیدا ہوئے۔ آپکے والد مولوی تھے اور کٹر وہابیانہ مزاج رکھتے تھے۔ آپ بھی ایسے ہی نظریات کے ساتھ جوان ہوئے لیکن نہایت وسیع مذہبی مطالعہ رکھتے تھے۔ فیکلٹی آف سائنس قاہرہ یونیورسٹی سے بی۔ایس۔سی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد الازھر یونیورسٹی میں حساب اور فزکس کے استاد ہو گئے۔ چھ سال کی ملازمت کے بعد پٹرولیم انجینئرنگ کا دو سالہ کورس مکمل کیا اور پھر ملازمت کے سلسلہ میں متعدد عرب ممالک میں مقیم رہے۔ ۱۹۶۵ء میں آپکی ملاقات ایک مخلص اور فدائی مصری عرب احمدی محترم مصطفٰے ثابت صاحب سے ہوئی جن کی دو سال تک مسلسل تبلیغی کوششوں سے آپ کے شکوک دور ہوئے اور اس طرح قبول احمدیت کی سعادت ۱۹۶۷ء میں حاصل کی۔

۱۹۸۰ء میں آپکو پہلی بار ربوہ اور قادیان جانے کی توفیق ملی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملاقات کی سعادت بھی حاصل کی۔ اس سفر کے دوران آپ سرینگر (کشمیر) بھی تشریف لے گئے اور حضرت مسیح ناصریؑ کی قبر کی زیارت کی۔

۱۹۸۶ء میں آپ نے ملازمت سے استعفٰی دے دیا اور اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کر دی۔ ۱۹۸۶ء سے ۱۹۹۴ء تک آپ بحیثیت امیر جماعت احمدیہ مصر خدمات سرانجام دیتے رہے اور پھر حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر برطانیہ تشریف لے آئے اور اسلام آباد (برطانیہ) میں رہائش پذیر ہوئے۔ آپ کو عربی مجلہ التقویٰ کے مدیر اعلیٰ ہونے کے علاوہ ایم ٹی اے کے "لقاء مع العرب" پروگرام میں خصوصیت سے نمایاں کام کی توفیق ملی۔ آپ نے متعدد کتب، خطبات و خطابات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے عربی میں تراجم کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اسی طرح تفسیر کبیر کی پہلی دو جلدوں کے عربی ترجمہ میں بھی نمایاں خدمت کی توفیق پائی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر آپ نے کئی ممالک کے تبلیغی دورہ جات کئے جن میں یوگنڈا، مالی، ارجنٹائن، بیلجئم، ہالینڈ، جرمنی اور بعض عرب ممالک شامل ہیں۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وارفع درجاتہ فی اعلیٰ علیین۔

جرمنی میں گاڑیوں کی حیرت انگیز سستی انشورنس

نئی خوشخبری

ڈرائیونگ لائسنس ہو یا نہ ہو، ۱۲۵% کے حساب سے آپ گاڑی کی انشورنس، اور گاڑی، اپنی والدہ، ہمشیرہ، بیٹی یا بیوی کے نام کرواسکتے ہیں۔

★ کچھ عرصہ بعد جب انشورنس ذرا کم ہو جائے تو مرد حضرات جب چاہیں یہ انشورنس اپنے نام منتقل کرواسکتے ہیں۔

★ ہمارے ذریعہ انشورنس کروانے کے سبب صرف ایک سال بعد انشورنس خود بخود ۱۰۰%، دو سال بعد ۸۵%، تین سال بعد ۷۰% ہو جائے گی۔

★ ایک فرد کی انشورنس کے پرسنٹ دوسرے فرد کے نام با آسانی منتقل ہو سکتے ہیں۔

★ آپ جرمنی کے خواہ کسی کونہ میں رہتے ہوں، آپ ۲۴ گھنٹے سے بھی کم وقت میں گھر بیٹھے بڑی ہی آسانی سے ڈبل کارٹے حاصل کرسکتے ہیں۔ لیکن کیسے؟

گھبرائیں نہیں پلک جھپکتے میں یہ سارا کام ہم خود آپ کو کروا کر دیں گے۔

معمولی خرچہ = بہت ہی بچت، ہمیشہ کا فائدہ (تفصیل کے لئے فون شام ۶ تا ۱۰ بجے تک)

TEL & FAX : 06048-3821

هومیو پیتھی کلاس نمبر (۶۰)

میڈورائینم اور سلفیورک ایسڈ کے مختلف خواص کا تذکرہ

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں ۱۰ جنوری ۱۹۹۵ء کو سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بیان فرمودہ ارشادات کا خلاصہ

(یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

(لندن۔ ۱۰ جنوری ۱۹۹۵ء) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں آج ہومیو پیتھی کی کلاس میں ہومیو دوا میڈورائینم (Mcdorrhinum) اور سلفیورک ایسڈ (Sulphuric Acid) پڑھائیں۔

میڈورائینم (MEDORRHINUM)

حضور نے فرمایا اس کا بہرے پن (Dcafncss) سے بھی تعلق ہے۔ ایسا بہرہ پن جو کرانک ہو اور بڑھتا جائے اس میں استعمال کرکے دیکھیں۔ بروقت دیں۔ بعض ایسے کیسز تھے جس میں سلفر نے بہت فائدہ دیا اور سماعت صرف ۳۰٪ رہ گئی تھی جب میں نے سلفر ایک لاکھ میں دی ہے تو ہڈی کی بڑی گہری بیماری بھی ٹھیک ہوگئی اور بہرہ پن آگے نہیں بڑھا بعض دفعہ سماعت بحال بھی ہو جاتی ہے۔ اس میں یہ چوٹی کی دوا ہے۔ سلفر CM اور میڈورائینم اونچی طاقت میں۔

پرانا ناک سے بہنے والا نزلہ جو مستقل بن جائے بعض بچوں لڑکوں کو مستقل نزلہ ہوتا ہے۔ اس میں میڈورائینم اچھی ہے۔

دانت بہت حساس ہو جاتے ہیں۔ چباتے وقت منہ میں زخم بنتے ہیں۔ کٹے پھٹے کنارے۔ اس میں بھی فائدہ۔ کھانا کھانے کے بعد بھوک لگ جانا۔ پورا کھانا کھایا مگر بھوک باقی۔ جگر میں ہر قسم کی دردیں۔ قبض۔ گول پاخانہ آتا ہے۔

رومیٹک لنگڑاپن اور کھنچاؤ ہو اور پیشاب بہت کم ہوتا ہو۔ دو قسم کے پیشاب رومیٹک دردوں میں ہوتے ہیں ایک کھلے مگر جو مادہ نکلنا چاہئے وہ نہیں نکلتا اور ایک یہ کہ تھوڑا ہوتا ہے۔ مگر تیز اور تیزابی سخت زرد رنگ کا بدبودار یا کوئی اور رنگ جس میں یہ علامت پائی جائے۔ اس میں میڈورائینم مفید ہے۔

ٹخنوں اور پاؤں کی پرانی تکالیف سے اردگرد ورم بھی ہو جاتی ہے۔ یہ بھی میڈورائینم کی علامت ہے۔ بعض دفعہ تلوے اتنے تکلیف دیتے ہیں کہ قدم زمین پر نہیں رکھا جاتا اس میں بھی میڈورائینم بہت مفید ہے۔ اگر پاؤں کا یہ احساس ہو کہ اعصاب ٹوٹ کر ختم ہوچکے ہوں تو سٹرونشیم کارب (STRONTIAM CARB.) میں زیادہ علامت ہے۔

پروسٹیٹ گلینڈ اور گردوں کی تکلیفیں۔ گردے کے درد کا دورہ جو پتھری کی وجہ سے نہ ہو بلکہ انفلیمیشن (INFLAMATION) کی وجہ سے ہو تو اس میں بھی مؤثر ہے۔

رات کو بہت پیشاب آنا۔ کثرت پیشاب میں بہت بڑھی ہوئی شوگر اگر ذمہ دار نہ ہو ویسے اعصابی تکلیف ہو تو اس میں یہ دوا بہت اچھی ہے۔

مردانہ اور زنانہ اندرونی تکلیفیں جو دبے ہوئے سوزاک کی آئینہ دار ہوں۔ خواہ موروثی ہو خواہ کسی کو ہوکر ہٹ گیا ہو مگر علامتیں باقی رہ گئی ہوں۔ یہ علامات بعض اوقات بالکل متضاد ہوتی ہیں۔ غیر معمولی ہیجان ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ بالکل نفرت۔ بیچ میں مریض نہیں رہتا۔ جن کی بھی سوزاک سے علامتیں ملتی ہوں ان کو خواہ دس پشتوں پہلے یہ بیماری ہوئی ہو۔ اس میں یہ علامات کہ پیشاب قطرہ قطرہ اور سخت جلن کے ساتھ آ رہا ہو۔ بعض دفعہ SEX والے حصے پر اثر پڑگیا ہے اور کوئی نہ کوئی نقشہ اس کا ملتا ہے۔ ٹوٹل LOSS یا غیر معمولی ہیجان اس کی علامت ہے۔

دمہ بھی اس کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے۔ دمہ کے لئے عموماً نیٹرم سلف (NAT. SULF.) بہت اہم سمجھی جاتی ہے۔ ایسے والدین جن میں سوزاکی علامتیں پائی جاتی ہوں ان کے بچوں کو اگر دمہ ہو تو نیٹرم سلف بھی مفید ہے مگر میڈورائینم اس کی علامتوں کو کھولنے کے لئے دینی پڑتی ہے۔ کئی دفعہ نیٹرم سلف اثر نہیں کرتی لیکن میڈورائینم کہتے ہیں اثر کرے گی۔ کلکیریا سلف (CALC. SULF.) دمے میں بہت اثر رکھتی ہے۔ کلکیریا سلف کینٹ کے مطابق مرگی کا چوٹی کا علاج ہے۔ دمے میں بھی مفید ہے۔ اگر بلغم اتنا گہرا ہوگیا ہو پھیپھڑوں کے نیچے سے کھینچ کر باہر لایا جا رہا ہے اور لمبے دورے پڑتے ہوں اس میں میڈورائینم مفید ہے۔

جو بلغم گہری بیٹھ جائے اس کے لئے کالی آئیوڈائیڈ (KALI IODIDE) اور کالی کارب یہ دو دوائیں میں نے مفید دیکھی ہیں اور آرسنک آئیوڈائیڈ بھی۔ آرسنک آئیوڈائیڈ پہلے تو روٹین کے طور پر دیا کرتا تھا لیکن اگر زخم ہو۔ بعض دفعہ ناسور بن جاتے ہیں ان میں آرسنک آئیوڈائیڈ کے مقابلے پر کالی آئیوڈائیڈ زیادہ مفید ہے۔

پوٹاشیم کا پھیپھڑوں کی بیماریوں سے گہرا تعلق ہے کالی کارب کا بھی ہے اسی لئے پہلے میں آرسنک آئیوڈائیڈ پر زیادہ زور دیا کرتا تھا پھر آہستہ آہستہ شفٹ کرگیا کالی آئیوڈائیڈ کی طرف۔ کالی کارب اور یہ دونوں پھیپھڑوں کی گہری بیماری سے تعلق رکھتے ہیں اور اتنی گہری طاقت ہے ان میں کہ بعض دفعہ کیوریٹو بھی بن جاتی ہے۔ سل کی وجہ سے جو CAVATIES پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر کالی کارب کھلائی جائے کچھ عرصہ تو رفتہ رفتہ CAVATIES بند ہو جاتی ہیں۔ ایسے مریض جو سل کی خاصی ADVANCED STAGE پر تھے ان میں یہ علامتیں بے سیلی نم (BACILLINUM) وغیرہ کی نہیں تھیں بلکہ مرکری کی تھیں۔ تو میں نے مرک سال (MERC. SOL) دیا ۱۰۰۰ میں۔ اور مہینے یا شائد تین مہینے کے بعد مریضہ نے بہت بہتر محسوس کیا۔ اس کے بعد اس مریضہ کو کبھی یہ تکلیف دوبارہ نہیں ہوئی۔

پوٹاشیم میں پھیپھڑوں کے ساتھ ایک تعلق ہے اور کالی کارب اور کالی آئیوڈائیڈ کا بہت گہرا تعلق ہے اگر السریشن نہ ہوئی ہو، بہت گہرا زخم نہ ہو تو گہری کھود کر نکالنے والی بلغم میں آرسنک آئیوڈائیڈ بہت مفید ہے۔ جوڑوں کا تیز درد چھاتی میں اگر ہو بجلی کے کوندوں کی طرح دردیں ہوں اس میں بھی میڈورائینم مفید بتائی جاتی ہے۔

ہارٹ برن جو بائیں طرف اترے وہ بعض دفعہ دل سے اتنی ملتی جلتی علامت محسوس ہوتی ہے کہ مریض سمجھتا ہے دل کی تکلیف ہے۔ دل کی تکلیف نہیں ہوتی۔ غالباً معدے کی تکلیف ہے۔ جو بھی ہے وہ اس میں پائی جاتی ہے۔

ٹانگوں کی بہت سی تکلیفیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ کمر میں کمزوری ہو جائے اس سے پھر آہستہ آہستہ ٹانگوں میں ایک طرف یا دونوں طرف مستقل دردیں بیٹھ جاتی ہیں اور بعض دفعہ لنگڑا کر دیتی ہیں اور کمر سے علامتیں شروع ہوتی ہیں۔

ریڑھ کی ہڈی کے منکے ایک طرف ہو جاتے ہیں جس سے NERVE دب جاتی ہیں۔ بعض دفعہ انسان لنگڑے ہو جاتے ہیں اس قسم کی بیماریوں میں میڈورائینم بہت مفید ہے۔ میں نے کبھی تجربہ نہیں کیا۔ آپ کرکے دیکھیں۔ مریض بہادر ہو یا اپنے اوپر تجربے کرنا ہوں تو تجربے کرکے دیکھنے چاہئیں۔ اگر تجربہ کامیاب ہو تو دوسروں کے لئے بڑا فائدہ ہے اس میں۔

دائیں طرف سونے کا احساس بھی پایا جاتا ہے بعض دفعہ دونوں طرف بعض دفعہ دائیں طرف ہاتھ میں سونے اور کانپنے کا احساس۔

ٹانگوں پر جب کمر کی تکلیف کا اثر ہو تو بھاری پن ایسا ہوتا ہے کہ لگتا ہے لکڑی کی بنی ہوئی ٹانگیں ہیں۔ اور ایک پہچان یہ ہے کہ گھٹنوں تک ٹانگیں ٹھنڈی رہتی ہیں۔ ویسے بھی سردی کا مریض ہوتا ہے اور ٹانگوں میں کمزوری ہو تو ساتھ سردی بھی محسوس ہوتی ہے۔ ایک اور چیز ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوران خون تشنج سے بھی بند ہو جاتا ہے اور خاص طور پر پنڈلیوں کا تشنج۔ بعض لوگوں کو رات سوتے سوتے بڑا شدید پنڈلیوں میں تشنج ہو جاتا ہے۔ مجھے تو اس وقت ہوتا ہے جب میں بہت لمبا عرصہ کئی کئی گھنٹے تقریر کروں۔ اس کو تو آرام آیا کرتا ہے میگ فاس (MAG. PHOS.) سے۔ مگر اچانک رات کو تیسرے پہر جب دن میں لمبا عرصہ کھڑا رہنا پڑے، تو پنڈلیوں پر اثر ہوتا ہے اس کو میگ فاس سے آرام ہوتا ہے۔ میڈورائینم میں پنڈلیوں کا تشنج خاص بات ہے اس کے SPRAINS تلووں میں بڑھتے ہیں۔

ضمناً حضور نے ڈاکٹر ہانیمن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہنی من ۱۸۴۸ء میں فوت ہوا۔ اس کی عمر اس وقت ۸۸ سال کہی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے اس کی پیدائش ۱۷۶۰ء کی بنتی ہے۔ ہنی من نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ہومیو ادویہ سے جوانی کی عمر بڑھتی ہے۔ اس نے ۷۰ سال کی عمر میں ایک فرنچ لڑکی سے شادی کی وہ لڑکی اس سے ہمیشہ بہت ہی خوش رہی۔ اس نے آخری وقت میں اس کی بڑی وفاداری سے خدمت کی۔ جب یہ فوت ہوا ہے اس وقت اس کی شادی کو ۱۸ سال ہوئے تھے۔ اس کا نظریہ یہ تھا کہ اگر انسان جسم سے صحیح کام لے تو بڑھاپے کی اکثر علامتیں ظاہر نہیں ہوتیں یا بہت معمولی آخر میں جاکر ظاہر ہوتی ہیں۔

سب سے بڑی خوبی اس کی یہ تھی کہ یہ خدا کی ہستی کا شدت سے قائل تھا اور ہومیو پیتھی کو اس کی دلیل کے طور پر پیش کرتا تھا اور کہتا ہے کہ اگر خدا کی ہستی پر مجھے یقین نہ ہوتا تو ہومیو پیتھک کے مضمون کو آگے بڑھانے کا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس اصول پر اس نے ہومیو پیتھی میں آگے قدم بڑھایا ہے کہ بیماریاں ایسی ایسی پیچدار ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نظام زندگی میں بیماریوں کے دفاع کا کوئی اعلیٰ انتظام نہ کیا ہو۔ اس زمانے میں انٹی باڈیز کا کوئی معین ثبوت نہیں تھا۔ اور یہ ساری باتیں وہ کرتا ہے جو اینٹی باڈیز والی ہیں اور پورا نظام دفاع اس کا نام لئے بغیر اس لئے ذکر کرتا ہے کہ جیسے روح نے رد عمل دکھایا ہے۔ مگر کس ذریعے سے۔ یہ اسے پتہ نہیں۔ تو صاف پتہ چلا ہے کہ گہرا اعتقاد تھا اس کا۔ کوئی مشاہدہ نہیں تھا بلکہ اللہ کی ہستی پر یقین تھا جس نے اسے یہ یقین کرنے پر مجبور کردیا کہ ایسا کوئی نظام دفاع جسم میں موجود ہونا چاہئے۔ اگر خدا ہے تو ایسا نظام ہونا چاہئے۔ اور اس مفروضے پر اس نے ہومیو پیتھک ایجاد کی اور بعد کی ریسرچ ہر قدم پر اس کی باتوں کے قریب آئی ہے۔ خلاف نہیں گئی۔ اس کا جو سب سے پیارا ایک حکم ہے جو اس نے اپنے کتبے پر لکھنے کے لئے چھوڑا تھا۔ یہ ایک فقرہ تھا، وہی آج تک اس کے کتبے پر لکھا ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ "میں نے اپنی عمر ضائع نہیں کی"۔ بہت بڑی بات ہے۔

سلفیورک ایسڈ (SULPHURIC ACID)

حضور نے فرمایا سلفیورک ایسڈ سلفر کا تیزاب ہے اور اس کا انسانی زندگی پر گہرا اثر ہے۔ عام طور پر اگر پیٹ خراب ہو جائے تو سلفیورک ایسڈ پیدا ہوتا ہے اور ہائیڈروجن سلفائیڈ کی طرح کی بو نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔ ہر تیزاب میں بعض بنیادی باتیں ہیں جو مریضوں میں اثر دکھاتی ہیں اور اگر جسم میں کسی تیزاب کا اثر زیادہ ہو جائے تو اچانک شدید ضعف کا حملہ ہوتا ہے اور جسم سے طاقت نکلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

سلفیورک ایسڈ کی ایک علامت یہ ہے کہ مریض کے سارے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ اس کانپنے کی کیفیت کا سردی کے احساس سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کے بغیر ہی جسم میں تھرتھراہٹ اور لرزہ طاری ہو جاتا ہے جس کی وجہ غالباً جسمانی کمزوری ہوتی ہے۔ سلفیورک ایسڈ میں کالے رنگ کے خون بہنے کا بھی رجحان ہے۔ ناخن کی پوروں اور جہاں جلد اندرونی جھلیوں سے ملتی ہے ان جوڑوں سے کالا خون مائع شکل میں بہنے لگتا ہے جیسے سانپ کے کاٹے سے زہر سارے جسم میں سرایت کرنے سے ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جلد کے قریب ہیمرج ہو جائے اور خون میں باہر کی طرف نکلنے کا رجحان ہو۔

اس لئے بعض فعہ جلد پر بلاوجہ سرخ خون کے دھبے پڑ جاتے ہیں۔ یہ دھبے بعض دفعہ کالے بھی ہوتے ہیں جو کچے کچے نظر آتے ہیں اور چہرے پر بہت سی ایسی بیماریاں ظاہر ہوتی ہیں جو ڈاکٹر کے لئے پریشانی کا باعث بنتی ہیں اس میں بعض ادویہ مفید ہیں۔ ایک بچہ میرے زیر علاج تھا اسے میں نے سورائینم (PSORAINUM) دی جس سے ان جگہوں پر جہاں کچا خون نظر آتا تھا وہاں خشکی اور سکری سی آگئی جیسے ایگزیما کی علامت ہو پھر اسے سلیشیا (SILICEA) دی اس کے بعد پھر پرانا مرض زور مارنے لگا مگر پہلے سے کم ہوگیا اور اس کا پھیلاؤ بھی کم ہونے لگا اور دو تین مہینے میں قریباً صحتیاب ہوگیا۔

حضور نے فرمایا سورائینم اور سلیشیا کے بارے میں یہ اثر کہیں بھی لکھا ہوا آپکو دکھائی نہیں دے گا جبکہ سلفیورک ایسڈ کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہوا موجود ہے کہ ایسی علامات میں مفید ہے لیکن ضروری نہیں ہے کہ جہاں لکھا ہوا ملے وہیں سے علاج بھی ہو۔ اگر عمومی دواؤں کا مزاج ہو تو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ میں نے اس بچے کو سورائینم اس لئے دی تھی کہ یہ جلد کی بیماریوں کی چوٹی کی دوا ہے اور جلد کی ایسی بیماریاں جو اپنے آپ کو کھل کر ظاہر نہیں کرتیں سورائینم کے نتیجہ میں ظاہر ہو جائیں گی چنانچہ سورائینم دینے سے خشک ایگزیما واضح صورت میں ظاہر ہوگیا اور کچھ انفیکشن کے آثار بھی ظاہر ہوئے سلیشیا اونچی طاقت میں دینے سے ایگزیما اور انفیکشن ختم ہوگیا اور سرخ دھبے دوبارہ نمایاں ہوگئے لیکن پہلے سے کم تھے اس وجہ سے سورائینم اور سلیشیا کو بار بار دھرایا جس سے صحت ہوگئی۔ ایسی بیماری میں سلفیورک ایسڈ کو بھی استعمال کرنا چاہئے۔

عظیم عیسائی رہنما
پوپ جان پال دوئم کی شخصیت کے چند پہلو

(رشید احمد چوہدری)

پوپ جان پال دوئم دنیائے مذاہب کے ان راہنماؤں میں سے ہیں جن کے نام پر آج بھی افریقہ کے دور دراز علاقوں میں مائیں اپنے بچوں کا نام رکھتی ہیں۔ یہ وہ مذہبی لیڈر ہیں جنہوں نے دنیا کے کئی ممالک کا دورہ کیا اور تقریباً نصف ملین میل کا سفر کیا۔ پوپ جان پال دنیا کے مختلف مسائل پر اپنی رائے کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور خاص طور پر دنیا کی توجہ طبقہ امراء اور غرباء میں عدم مساوات کی طرف دلاتے رہتے ہیں۔

پوپ جان پال کا اصلی نام Karol Wojtyle ہے۔ وہ پولینڈ کے باشندے ہیں۔ اس لئے لازمی طور پر پولینڈ کے مسائل سے ان کو گہری دلچسپی ہے۔

۱۹۳۸ء میں جب وہ پولینڈ کے ایک قصبہ Wadowice کے ایک سکول کے طالب علم تھے اور اداکاری کی تربیت حاصل کر رہے تھے ان کے سکول میں آرچ بشپ آف Karakow نے دورہ کرنا قبول کیا تو سکول کے منتظمین نے آرچ بشپ کو خوش آمدید کہنے کے لئے Korol کا انتخاب کیا۔ آرچ بشپ Adam Sapieha اس کی تقریر سے اتنا متاثر ہوا کہ تقریب کے بعد اس سے پوچھا کہ وہ بڑے ہو کر کیا بننا چاہتا ہے۔ جس پر کورول نے جواب دیا کہ وہ زبانوں کا ماہر یا تھیٹر میں اداکاری کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اس نے کچھ عرصہ تھیٹر میں اداکاری کی مگر ۱۹۴۶ء میں وہ پادری بن گیا۔

اب گزشتہ پندرہ سال سے وہ پوپ جان پال دوئم کے طور پر دنیا میں معروف ہیں اور دنیا بھر کے کیتھولک عیسائیوں کے مذہبی رہنما، جو ویٹیکن سٹی Vatican City روم میں مقیم ہیں۔ جہاں تیسری منزل پر واقع ان کی خواب گاہ سے سینٹ پیٹر سکوائر کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کی خوابگاہ میں سنگل بیڈ کے علاوہ دو کرسیاں اور ایک ڈیسک ہے اور دیواروں پر پولینڈ کی کچھ یادیں آویزاں ہیں۔

پوپ کی خدمت کے لئے پانچ راہبات مقرر ہیں جو ان کے لئے کھانا وغیرہ تیار کرتی ہیں اور کپڑوں کی دھلائی وغیرہ کا خیال رکھتی ہیں۔

پوپ صبح پانچ ساڑھے پانچ بجے کے درمیان بیدار ہو جاتے ہیں اور رات بارہ بجے تک مختلف کاموں میں منہمک رہتے ہیں۔ صبح جاگنے کے بعد ان کا سب سے پہلا کام اپنے پرائیویٹ کمرہ عبادت Chapel میں جا کر عبادت کرنا ہے۔ کیونکہ وہ عبادت کو روحانی غذا کے طور پر سمجھتے ہیں۔ اکثر لوگ انہیں دعا کے لئے لکھتے رہتے ہیں۔ بعض دفعہ دعاؤں کی یہ درخواستیں ۲۰۰ تک پہنچ جاتی ہیں۔

پوپ جان پال کی بچپن کی زندگی بہت دکھوں میں گزری۔ آٹھ سال کی عمر میں ان کی والدہ فوت ہو گئیں، بارہ سال کی عمر میں ان کا اکلوتا بھائی ملک میں زرد بخار کی وباء کے دوران مر گیا اور ۲۰ سال کی عمر تک پہنچے تو ان کے والد بھی اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔ خود ان پر ۱۹۸۱ء میں حملہ ہوا جس میں وہ شدید طور پر زخمی ہوئے۔ ان مصائب نے انہیں زندگی کے بارہ میں بہت سنجیدہ بنا دیا ہے اور وہ ہمیشہ غمگساروں کی مدد کے لئے تیار رہتے ہیں۔

پوپ جان پال نے اپنے منصب کی وجہ سے پرانے ساتھیوں سے تعلق نہیں توڑا چنانچہ آج کل بھی وہ ان سے وقتاً فوقتاً ملتے رہتے ہیں اور باقاعدہ خط و کتابت بھی کرتے ہیں۔ ان کے طالب علمی کے زمانہ کے دوستوں میں ایک Jerzy Kluger بھی ہیں جو مذہبی طور پر یہودی ہیں اور آج کل روم میں بہت بڑے بزنس مین ہیں۔ پوپ جان پال سال میں دو تین مرتبہ ان کے ساتھ شام گزارتے ہیں اور کھانا اکٹھے کھاتے ہیں۔ پھر ان کے ساتھ Hiking کرنے والے دوست Father Tadeusz Styczen ہیں جو پولینڈ کے مشہور فلاسفر ہیں۔ ان کے علاوہ ایکٹریس Danuta Michalowska ہیں جن کے ساتھ انہوں نے تھیٹر میں اس وقت کام کیا جب پولینڈ پر جرمن کا قبضہ تھا۔

پوپ بننے کے بعد Danuta نے انہیں رسمی طور پر مبارکباد کا پیغام بھجوایا اور ساتھ ہی اس خدشے کا اظہار کیا کہ ان کے اونچے منصب کی وجہ سے شاید وہ اب اسے بھلا بیٹھے ہوں جس کے جواب میں پوپ نے اسے سرزنش کرتے ہوئے لکھا کہ اس نے ایسا کیوں سوچا چنانچہ اس کے بعد خطوط کے ذریعہ ان کا رابطہ ہے۔

صبح کے وقت ایک گھنٹہ پوپ جان پال خطوط کا جواب دینے، تقاریر وغیرہ تیار کرنے میں صرف کرتے ہیں۔ ناشتہ کا وقت ۷ بجے صبح مقرر ہے اور ناشتے کے وقت وہ تمام ان لوگوں سے جو اس موقع پر مدعو کئے جاتے ہیں، چرچ کے لیڈروں اور نوجوان پادریوں سے بالمشافہ گفتگو کرتے ہیں اور مذہبی مسائل پر روشنی ڈالتے ہیں۔

پوپ جان پال نصف درجن زبانوں میں روانی سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ ان ملاقاتیوں کا کہنا ہے کہ وہ ان کی باتوں کو غور سے سنتے ہیں اور براہ راست گفتگو کرتے ہیں اس طرح کہ پانچ منٹ کے اندر اندر ملاقاتی بے تکلفی سے ان سے باتیں کرنے لگتا ہے۔

پوپ جان پال کو سنجیدہ قسم کی کہانیوں اور شاعری میں گہری دلچسپی ہے۔ شاعروں میں جرمن شاعر Rainer Maria Rilkey انہیں بہت پسند ہے۔ ٹیلی ویژن دیکھنے کی انہیں فرصت نہیں ملتی البتہ ٹیلی ویژن پر فٹ بال کا میچ دیکھنے کے لئے وقت نکال لیتے ہیں۔ اخبارات میں صرف پولینڈ کے Kakow شہر سے نکلنے والے کیتھولک ویکلی کا مطالعہ کرتے ہیں مگر دیگر عالمی خبروں کا خلاصہ بلٹن کی صورت میں روزانہ ان کا سیکریٹریٹ مہیا کرتا ہے۔

پوپ کے فرائض میں کیتھولک مذہبی مسائل کی وضاحت کے علاوہ دنیا کے دیگر مذہبی لیڈروں سے رابطہ اور انسانی عظمت کے بارہ میں دنیا کو وعظ کرنا شامل ہے۔ ان کی ایک کتاب The Catechism of the Catholic Church ۱۹۹۴ء میں انگریزی زبان میں شائع ہو کر بہت مقبول ہوئی جس میں کیتھولک عقائد اور ان کی اہمیت کے بارہ میں تفصیلی طور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

پوپ جان پال بنیاد پرست عیسائی نہیں اس لئے وہ جدید ٹیکنالوجی کے خلاف نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ دنیا جو ایک بڑی ورکشاپ کے طور پر ہمیں نظر آ رہی ہے اور جس میں انسان نے اپنی ہمت سے علوم و فنون کو بے مثال ترقی دی ہے اپنی ذات میں انسان کو خوشیوں سے ہم کنار نہیں کر سکتی۔

پوپ کی صحت گزشتہ دو سالوں سے انحطاط پذیر ہے۔ انہیں پہاڑوں پر چڑھنے، تیراکی اور Sking کا جنون تھا مگر اب وہ اپنی ایک ٹانگ میں مصنوعی ہڈی کی وجہ سے ان چیزوں میں حصہ نہیں لے سکتے۔ ویسے بھی وہ اب ۷۵ سال کے ہو رہے ہیں۔

ان کی شدید خواہش ہے کہ وہ سال ۲۰۰۰ء تک زندہ رہ سکیں اور اپنی آنکھوں سے سینا پہاڑ پر Monotheistic یعنی خدائے واحد کی پرستش کرنے والے تمام مذاہب کے اجتماع کا نظارہ کر سکیں اور اسی طرح رومن کیتھولک اور Russian Orthodox کے درمیان اشتراک عمل کی تقریب جو ماسکو میں ہونی قرار پائی ہے، شریک ہو سکیں۔

(ماخوذ از ریڈرز ڈائجسٹ، فروری ۱۹۹۶ء)

نئے سال کا استقبال

(ہدایت زمانی۔ لندن)

ہر سال نئے سال کی آمد پر دنیا بھر میں کئی طریقوں سے خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ اکثر جگہوں پر شہروں کے وسط میں ہزاروں لاکھوں لوگ جمع ہو کر رات کے بارہ بجے کا انتظار کرتے ہیں اور جونہی گھڑیال نے بارہ بجائے ہر جگہ ایک ہنگامہ بپا ہو جاتا ہے۔ شراب کے جام نوش کئے جاتے ہیں۔ توپوں کی گھن گرج سے سال نو کا آغاز کیا جاتا ہے۔ وسیع پیمانے پر آتشبازی کا انتظام کیا جاتا ہے۔ رقص و سرود کی محفلیں سجتی ہیں، اکل و شرب کی تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔ غرضیکہ نئے سال کے آغاز کو ایک تفریح سمجھا جاتا ہے اور لوگ اس جشن کو دیکھنے اور اس میں شامل ہونے کے لئے میلوں سفر طے کر کے آتے ہیں اور یہ ہنگامہ پوری رات جاری رہتا ہے۔

مگر اس تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی ہے۔ لہو و لعب کو پسند کرنے والی اس دنیا میں چند ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو نئے سال کا استقبال ذکر الٰہی اور دعاؤں کے ذریعہ کرتی ہیں۔ وہ انفرادی طور پر اپنے گھروں میں یا اجتماعی طور پر مساجد وغیرہ میں خدا تعالیٰ کے حضور ملتجی ہوتی ہیں کہ آنے والا سال ان کے لئے اور تمام انسانیت کے لئے خیر و برکت کا سال ہو دنیا میں حقیقی امن قائم کرنے والا سال ہو۔ خدا تعالیٰ کے یہ نیک بندے اس عزم صمیم سے نئے سال کا استقبال کرتے ہیں کہ انکا ہر قدم انسانی بھلائی اور دین کی خدمت میں گزشتہ سال سے آگے ہوگا۔ وہ خدائے عظیم و برتر سے اس موقع پر مدد مانگتے ہیں کہ خدا تعالیٰ محض اپنے فضل سے ان کو ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہر سال یہ دونوں طرح کے گروہ اپنے اپنے دائرہ میں کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر چونکہ ایک واضح اکثریت اسے محض تفریح کا ذریعہ سمجھ کر لہو و لعب میں مبتلا ہوتی ہے۔ انہی کی کارروائیوں سے اخبارات بھرے ہوتے ہیں۔ چنانچہ نمونہ کے طور پر مختلف ممالک سے نئے سال کی تقریبات کی خبروں کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

انگلستان

لندن کے ٹریفالگر سکوائر میں ۷۰ ہزار سے زائد افراد نے نئے سال کا استقبال جشن منا کر کیا۔ پولیس نے ۴۴ افراد کو شراب نوشی کر کے ہلڑبازی کی وجہ سے گرفتار کیا۔ ہجوم کی وجہ سے ۲۰ افراد زخمی ہوئے۔ برمنگھم میں ایک اندازے کے مطابق ۷۰ ہزار سے زائد خواتین اور مردوں نے شرکت کی۔ بارہ بجتے ہی آسمان پر سرخ، نیلی، سبز، پیلی اور گلابی روشنیاں پھیل گئیں اور لوگوں نے ایک دوسرے کو نئے سال کی مبارکبادیں دیں۔

سکاٹ لینڈ

ایڈنبرا میں نئے سال کا جشن خوب دھوم دھام سے منایا گیا۔ ایک اندازے کے مطابق یہ یورپ میں ہونے والی سب سے بڑی سٹریٹ پارٹی تھی جس میں تین لاکھ کے لگ بھگ افراد نے شرکت کی۔ سرشام ہی لوگ شہر کے وسط میں واقع پرنس سٹریٹ میں جمع ہونے شروع ہو گئے تھے۔ رات بارہ بجے تک وہاں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی تھی۔ جونہی گھڑیال نے بارہ بجائے ایڈنبرا کے قلعہ سے جو ایک پہاڑی پر واقع ہے توپیں چلا کر نئے سال کی آمد کا اعلان کیا گیا جس کے بعد آتشبازی کا مظاہرہ شروع ہوا، رات بھر جگہ جگہ پاپ سنگر اور ناچنے والے طائفے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے رہے۔

بوسنیا

سرائیوو شہر میں نئے سال کا استقبال مشین گنوں کی گھن گرج، بارود کے دھماکوں اور روشنی کے گولے چھوڑ کر کیا گیا۔ شہر کے اردگرد کی پہاڑیاں دیر تک گولوں کی آواز سے گونجتی رہیں۔

فلپائن

دارالحکومت منیلا میں نئے سال کے جشن کے دوران چار افراد ہلاک اور ۷۰۰ زخمی ہوئے۔ ان میں سے ۴۰۰ ایسے اشخاص تھے جو آتشبازی چلاتے ہوئے اپنی انگلیوں سے محروم ہو گئے۔

ڈنمارک

کوپن ہیگن میں نئے سال کی آمد کی خوشیاں مناتے ہوئے ایک مقامی جوڑا اپنا تمام اثاثہ کھو بیٹھا اور ان کے تین معصوم بچے ہلاک ہو گئے۔ واقعات کے مطابق وہ جوڑا اپنے گھر سے چند گز کے فاصلہ پر آتشبازی چلانے میں مصروف تھا کہ اسی دوران اس کے گھر کو کرسمس ٹری پر لگے قمقموں کی وجہ سے آگ لگ گئی اور آناً فاناً سارا گھر جل کر خاکستر ہو گیا اور گھر میں سوئے ہوئے بچے جن کی عمریں بالترتیب تین ماہ، دو سال اور چار سال بتائی جاتی ہیں جل کر ہلاک ہو گئے۔

پاکستان

نئے سال کی تقریبات کو بند کرانے کے لئے طلباء کی بعض تنظیموں نے جلوس نکالے اور شہر کے مختلف حصوں میں کاروں کے شیشے توڑ ڈالے۔ پولیس پر پتھراؤ کیا۔ پولیس نے بھی جوابی کارروائی کی اور لاٹھی چارج کیا اور شراب نوشی اور ہلڑبازی کے الزام میں تقریباً ۲۰۰ افراد کو شہر کے مختلف حصوں سے گرفتار کر لیا گیا۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق صرف لاہور میں ہی نیا سال منانے والے ۱۴ کروڑ روپے کی شراب پی گئے اسی طرح لاہور میں شراب کی فروخت کے تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے۔

بدھوں میں تبلیغ اسلام

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب ۱۹۸۳ء میں سری لنکا کے دورے پر تشریف لے گئے تو وہاں جماعت کی مجلس شوریٰ میں (جو اکتوبر ۱۹۸۳ء کو ہوئی) حضور ایدہ اللہ نے احباب جماعت کو بدھوں میں تبلیغ اسلام کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتے ہوئے بعض بنیادی امور کا ذکر فرمایا جن کا بدھوں میں تبلیغ کے وقت خصوصیت سے پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے اور اس سلسلہ میں اپنا ایک نہایت ایمان افروز تجربہ بھی بیان فرمایا۔

حضور ایدہ اللہ کے اس خطاب کی رپورٹ مکرم یوسف سلیم ملک صاحب نے ہمیں بھجوائی ہے جو ہدیہ قارئین ہے۔ امید ہے کہ داعیان الی اللہ اس سے بھرپور استفادہ کریں گے۔ (مدیر)

ساڑھے سات بجے شام مجلس شوریٰ کا دوسرا اور آخری اجلاس تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوا جو مکرم مولانا محمد عمر صاحب مبلغ سلسلہ نے کی۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا آج مجلس شوریٰ کے پہلے اجلاس میں تبلیغی امور پر گفتگو ہوتی رہی لیکن تعجب کی بات ہے کہ سری لنکا میں بدھوں کی بھاری اکثریت ہے لیکن بدھوں میں تبلیغ سے متعلق کسی نے بھی اظہار رائے نہیں کیا۔ آج جب پریس انٹرویو تھا اس وقت مجھے سمجھ آئی کہ اصل کمزوری کیا ہے۔ یہاں کی جماعت میں سے اکثر کو بدھوں کی زبان بالکل نہیں آتی۔ معلوم ہوتا ہے دوست آپس میں تامل بولتے رہتے ہیں اور یہ سوچا ہی نہیں کہ بدھ قوم کو اس وقت تک تبلیغ ہو ہی نہیں سکتی جب تک سنگالیز نہ سیکھیں۔

حضور نے فرمایا یہاں جو بدھ مت کے لوگ ہیں ان کی مثال اس کنواری کی طرح ہے جس کے متعلق یہ پیش گوئی تھی کہ مسیح موعودؑ کا بعض کنواریاں انتظار کریں گی اور یہ پیش گوئی تمثیلاً پوری ہونی ہے۔ کنواری سے مراد ایسی قومیں ہیں جن تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچا اور وہ منتظر بیٹھی ہیں کہ کب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو پیغام پہنچے تو ان کے گھر میں شادی منائی جائے۔

جہاں تک بدھ اسٹوں کے لئے لٹریچر کا تعلق ہے اس کی طرف بھی انشاء اللہ ہم توجہ کریں گے۔ بلکہ پہلے سے اس پر کام شروع کروایا جا چکا ہے۔ میں نے ریویو آف ریلیجنز کے پرانے رسالے نکلوائے ہیں ان میں سے بدھ ازم کے متعلق مضمون اکٹھے کروائے جا رہے ہیں۔ بدھوں تک اسلام کی تبلیغ پہنچانے کے لئے پہلے جو کوششیں ہو چکی ہیں ان کو سامنے رکھ کر انشاء اللہ نیا لٹریچر تیار کروایا جائے گا۔

بدھوں میں تبلیغ کا بنیادی نکتہ

حضور نے فرمایا میرے نزدیک بدھوں میں تبلیغ کرنے میں اصل ضرورت دو چیزوں کی ہے۔ اول یہ کہ ان کی زبان آتی ہو اور دوسرے یہ کہ ان کو تبلیغ کرنے والا باخدا انسان ہو یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق ہو۔ یہ دو چیزیں ہوں تو آپ آسانی کے ساتھ بدھوں میں تبلیغ کر سکتے ہیں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ پس بدھوں سے تبلیغ کے وقت بنیادی بات صرف یہی موضوع بحث رہنی چاہئے کہ خدا ہے یا نہیں۔ اگر آپ ان کو خدا کا قائل کر لیں تو آپ کی فتح ہی فتح ہے۔ آپ ان کے دل جیت لیں گے۔ اگر خدا کی بات نہ کریں اور مذہبی تعلیمات کا مقابلہ شروع کر دیں تو کبھی بھی آپ بدھوں کو قائل نہیں کر سکتے۔

ایک دلچسپ سفر کی ایمان افروز سرگزشت

میں جب ۱۹۶۵ء میں پہلی دفعہ سیلون آیا تھا (اس وقت تک اس ملک کا نام سری لنکا نہیں رکھا گیا تھا) تو مجھے اس کا ایک دلچسپ تجربہ ہوا۔ چنانچہ میں جس ہوائی جہاز میں بیٹھ کر سیلون پہنچا اس کو کولمبو کے قریب طوفان کا سامنا ہوا اور وہ طوفان اتنا خطرناک تھا کہ جہاز کا عملہ بھی خوفزدہ ہو گیا۔ طوفان کی وجہ سے موسم بہت زیادہ خراب ہو گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ سارے جہاز والوں نے شور مچا دیا۔ کوئی چیخیں مار رہا تھا اور کوئی کچھ کہہ رہا تھا اور میں اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت تک مجھے علم نہیں تھا کہ میرے ساتھ دوسری سیٹ پر کون بیٹھا ہوا ہے۔ لیکن جب ہم اس طوفان میں سے گزر گئے اور سکون ہو گیا اور کولمبو ائرپورٹ پر بخیریت اترنے لگے تو میرے ساتھی نے مجھ سے انگریزی میں پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ میں نے مختصر تعارف کرایا کہ میں مسلمان ہوں اور جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتا ہوں اور پاکستان سے آ رہا ہوں۔ اس پر اس نے مجھ سے کہا کہ آپ تو مسلمان نہیں لگتے کیونکہ جہاز میں اور بھی مسلمان مسافر سفر کر رہے ہیں اور خوف سے ان سب کی چیخیں نکل گئی تھیں۔ لیکن آپ تھے کہ بڑے آرام سے بیٹھے رہے۔ آخر آپ نے کیوں شور نہیں مچایا اور واویلا نہیں کیا۔ میں نے اس کو جواب دیا کہ میں مسلمان صرف خیالی نہیں بلکہ دل کی گہرائی سے مسلمان ہوں اور ایک زندہ خدا کے وجود کا قائل ہوں اور ہمارے نزدیک موت کوئی حیثیت نہیں رکھتی مگر ایک عارضی چیز ہے جس کے بعد ہمیشہ کی زندگی ہے۔ یہاں رہیں یا وہاں رہیں خدا کے پاس ہی جانا ہے۔ خدا دونوں جگہ ساتھ ہے بلکہ دوسری زندگی بہت بہتر ہے اس لئے میرے لئے ڈرنے کا کوئی سوال نہیں تھا۔

اس بات کا اس کے دل پر بڑا گہرا اثر پڑا اور اس نے سمجھا کہ کوئی تو ایسا آدمی ملا جو خدا پر اس طرح اٹل یقین رکھتا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنا تعارف کرایا کہ میں سیلون کے محکمہ ہاؤسنگ اور سوشل ویلفئر کا ڈپٹی منسٹر ہوں اور کینڈی کا رہنے والا ہوں۔ اس نے اصرار کیا کہ میں کینڈی میں اس کے گھر ضرور ایک ہفتہ کے لئے مہمان ٹھہروں۔

ایک عجیب حسن اتفاق خدا تعالیٰ کی غیبی مدد

اب عجیب اتفاق یہ ہے کہ جب میں پاکستان سے چلا تھا تو مجھے لوگوں نے بتایا تھا کہ کینڈی سیلون کی سب سے خوبصورت جگہ ہے وہاں ضرور جانا لیکن فارن ایکسچینج کی ان دنوں بہت دقت تھی۔ مجھے گورنمنٹ نے سیلون آنے کے لئے صرف دس ڈالر دئے تھے اور جو پاکستانی روپیہ تھا وہ میں نے پہلے ہی Declare کر دیا تھا اور امیگریشن والوں نے وہیں رکھوا لیا تھا۔ اب دس ڈالر میں تو کینڈی جانے کا خرچ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اس سیلونی ڈپٹی منسٹر سے کوئی ذکر نہیں کیا تھا لیکن اس نے مجھے دعوت دی کہ کینڈی آئیں اور ہمارے گھر مہمان ٹھہریں تو میں تو پہلے ہی تیار بیٹھا تھا، میں نے اس کی دعوت کو فوراً قبول کر لیا۔ میرا آدھا مسئلہ تو حل ہو گیا لیکن اب سوال تھا کہ میں سیلون کے اندر داخل کس طرح ہوں اور رہوں کہاں۔

جب میں کولمبو ائرپورٹ پر اترا تو پتہ یہ چلا کہ امیگریشن والوں کے قانون بڑے سخت ہیں اور جس کے پاس زیادہ ڈالر نہ ہوں اس کو داخل نہیں ہونے دیتے۔ چنانچہ امیگریشن والے مجھے کہنے لگے تم تو اندر جا ہی نہیں سکتے۔ B.O.A.C. کا جو اگلا جہاز کراچی جا رہا ہے اس میں ہم تمہیں واپس بھجوا رہے ہیں جبکہ ادھر خدا نے مجھے کینڈی کی دعوت بھی دلوا دی تھی۔ میں حیران کھڑا تھا کہ اب میں کس طرح سیلون میں داخل ہونگا۔ وہ ڈپٹی منسٹر صاحب بے چارے بہت شریف آدمی تھے انہوں نے بڑی مدد کی اور کلیرنس کے لئے بڑی کوشش کی لیکن اجنبی آدمی کے لئے ظاہر ہے وہ ذاتی طور پر خرچ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے امیگریشن والوں کو بہت سمجھایا لیکن کوئی ان کی بات مان نہیں رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک سبق دینا تھا۔ اتنے میں اچانک لاؤڈ سپیکر سے اعلان ہوا کہ کوئی شخص مرزا طاہر احمد کا انتظار کر رہا ہے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ان کا نام مسٹر رابرٹ تھا جنہوں نے اعلان کروایا تھا۔ میں ان کو پہلے نہیں جانتا تھا۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ ان کا کولمبو میں Animal Feed بنانے کا کارخانہ ہے۔ وہ سنگالیز عیسائی تھے اور بہت امیر آدمی تھے۔ بہر حال اعلان یہ ہوا کہ کوئی مرزا طاہر احمد یہاں ہے تو فوری مجھ سے رابطہ کرے۔ وہ آدمی بھی سن رہا تھا جو مجھ سے بحث کر رہا تھا کہ تمہیں واپس جانا پڑے گا۔ اس نے اشارہ کر کے اس کو بلایا اور کہا کہ یہ مرزا طاہر احمد کھڑا ہے۔ اس نے کہا آپ کے لئے میں نے ہوٹل میں انتظام کر دیا ہے آپ تشریف لائیں۔ امیگریشن والے آدمی نے کہا کہ میں تو اس کو اندر جانے ہی نہیں دے رہا کیونکہ اس کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ اس نے کہا پیسے کیوں نہیں میں ذمہ دار ہوں۔ ابھی مجھ سے دستخط کرواؤ اور فوراً اندر جانے دو۔ چنانچہ اس نے مسٹر رابرٹ کی تصدیق لی اور میرے سیلون میں داخل ہونے کا فوراً انتظام ہو گیا۔ اور میں حیران تھا کہ یہ کیا تماشا ہو رہا ہے۔ میں نے کبھی مسٹر رابرٹ کا نام بھی نہیں سنا تھا میں نے کہا کہ کہیں غلطی تو نہیں لگ گئی لیکن اتنے یقین سے اس نے کہا کہ میں اسی کی موٹر میں بیٹھ کر پھر ہوٹل پہنچ گیا۔

خدا کا خاص فضل اور ایک معجزانہ نشان

وہ ڈپٹی منسٹر صاحب بڑے حیران یہ تماشا دیکھ رہے تھے کہ یہ عجیب واقعہ ہے۔ ایک آدمی خدا پر یقین رکھتا ہے اور اچانک خدا اس کی اعجازی مدد بھی کر دیتا ہے۔ اس بات کا اس کے دل پر مزید گہرا اثر پڑا۔ جب وہ مجھ سے جدا ہوئے تو ان کو واقعی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ ماجرا کیسے ہوا اور ادھر میں بھی کم حیران نہیں تھا۔ بہر حال مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمایا ہے لیکن یہ اچوی سی دل کو لگ گئی تھی کہ کس طرح یہ فضل ہوا۔ آخر میں نے مسٹر رابرٹ سے پوچھا۔ میں نے کہا آپ بتائیں میں تو آپ کو جانتا تک نہیں آپ کو یہ کس طرح خیال آیا۔ انہوں نے جو واقعہ سنایا اس سے مسئلہ حل ہو گیا۔ لیکن اس میں بھی خدا کا خاص فضل اور ایک معجزانہ نشان شامل تھا۔

پاکستان سے جب میں چلا ہوں تو ہمارے ایک دوست شیخ عبدالحفیظ صاحب مرحوم کراچی میں ہڈیوں کا کاروبار کرتے تھے اور وہ ہڈی کا پوڈر سیلون بھی بھجواتے تھے۔ شیخ صاحب کے مسٹر رابرٹ کے ساتھ کاروباری مراسم تھے۔ جب میں کراچی سے چلنے لگا تو شیخ صاحب کو خیال آیا کہ شاید مجھے سیلون میں کوئی ضرورت پیش آ جائے انہوں نے اپنے دوست مسٹر رابرٹ کو تار دی کہ مرزا طاہر احمد فلاں فلائٹ سے سیلون آ رہا ہے اس سے مل لینا۔ اور اگر اس کو کوئی ضرورت ہو تو اس سے پوچھ لینا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ وہ اتوار کا دن تھا اور اتوار کے دن ہفتہ وار چھٹی ہونے کی وجہ سے تاریں ڈیلور (Deliver) نہیں ہوتیں۔ یہ مجھے مسٹر رابرٹ نے بتایا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک تار والا نہ صرف واقف بلکہ میرا دوست بھی تھا اس نے تار وصول کر کے مجھے فون کیا کہ ایک تار آپ کو کل (Deliver) ہونی ہے لیکن میں فون پر آپ کو بتا دیتا ہوں کہ ایک شخص آ رہا ہے مرزا طاہر احمد کے نام سے اور وہ فلاں فلائٹ سے یہاں پہنچے گا۔ مسٹر رابرٹ کہتے ہیں جب میں نے یہ پیغام سنا تو فوراً اٹھ کر چل پڑا۔ میرے دماغ میں یہ خیال بھی آیا کہ آپ نے اپنے رہنے کی جگہ بک نہیں کروائی ہوگی اس لئے میں نے ہوٹل میں آپ کی بکنگ بھی کروا دی۔ چنانچہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے سیلون میں میرے داخل ہونے کا بھی انتظام فرما دیا اور رہنے کا بھی۔ اور اس کو جب پتہ لگا کہ میں کینڈی جا رہا ہوں تو اس نے میرا خود ہی ٹکٹ لے کر بکنگ کروا دی۔ اور اس طرح سارے انتظامات کسی شخص سے کچھ مانگے یا کہے بغیر خدا تعالیٰ نے خود فرما دئے۔

توکل علی اللہ اور اس کا مرکزی نقطہ

اس سارے واقعہ کے پیچھے ایک چھوٹا سا راز ہے جو میں بتانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ رہے گا۔ خدا آپ کو اپنی قدرت کے کرشمے بھی دکھائے گا اور جب آپ بدھوں میں تبلیغ کریں گے تو آپ کی غیر معمولی مدد بھی فرمائے گا لیکن خدا کچھ آپ سے بھی تقاضے کرتا ہے۔ ان کو پورا کرنا چاہئے اور پھر توکل کرنا چاہئے۔ جو واقعہ میں بیان کر رہا ہوں اس کا جو اصل مرکزی نکتہ ہے وہ اب میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

میں جب پاکستان سے چلا تھا تو ظاہر ہے دس ڈالر سے تو میں سیلون نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میرے پاس تقریباً دو ہزار پاکستانی کرنسی تھی۔ مجھے بعض دوستوں نے جو سیلون آ چکے تھے انہوں نے بتایا تھا کہ آپ پاکستانی روپیہ لے جائیں وہاں آپ کو شہر میں داخل ہوتے ہی آفیشل ریٹ سے بھی زیادہ روپیہ لوگ دیں گے۔ (ان دنوں پاکستانی روپیہ یہاں کے مقابل پر بہت مہنگا تھا) تو آپ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ لیکن جب کراچی ائرپورٹ پر امیگریشن والوں نے مجھے ایک فارم پر کرنے کے لئے دیا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس اپنے ملک کی کتنی کرنسی ہے۔ یہ فارم دراصل سیلون کی طرف سے تھا اور جہاز میں بھر کر وہاں ہوائی اڈے پر داخل کروانا تھا۔

اب میرے لئے دو باتیں تھیں یا میں جھوٹ بولتا اور چھپا لیتا اور کہتا کہ میں داخل ہو جاؤں گا یا یہ فیصلہ کرتا کہ جھوٹ نہیں بولنا، آگے اللہ کی مرضی ہے۔ سیلون میں نہیں داخل ہوتا تو نہ سہی۔ چنانچہ میں نے یہی مؤخرالذکر فیصلہ کیا اور میں نے فارم میں لکھ دیا کہ اتنے ہزار پاکستانی روپے میرے پاس موجود ہیں۔ جب میں نے فارم ائرپورٹ پر دیا تو امیگریشن والوں نے اسی وقت پاکستانی کرنسی رکھوا لی اور کہا کہ آپ کو تو اندر لے جانے کی اجازت نہیں۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ لیکن چونکہ یہ یقینی طور پر خدا کی خاطر تھا اس لئے مجھے یقین تھا کہ اگر اللہ چاہے تو آگے سیلون کے اندر داخل کروانا اور ہر انتظام کرنا اسی کا کام ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے ایسی حیرت انگیز مدد فرمائی جس کا میرا دماغ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا"۔

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

★★معاند احمدیت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنا رسالہ "اشاعۃ السنۃ" بھی احمدیت اور سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں وقف کر رکھا تھا۔ جب اس رسالہ کے کچھ خریداران احمدی ہوگئے تو باوجود منع کرنے کے مولوی صاحب نے رسالہ انکے نام جاری رکھا اور چندہ کا مطالبہ کرنے لگے اور بالآخر حضور اقدسؑ کی خدمت میں انکی شکایت کی۔ حضورؑ نے ان احمدی دوستوں کو لکھوایا "روپیہ بھیج دیں۔ کبھی میرے ساتھ تعلق رکھتا تھا اور وہ جس قدر مانگتا ہے بطور احسان کے دے دیں"۔ اسی طرح مولوی صاحب پر تنگدستی کا ایسا زمانہ بھی آیا جب کوئی کاتب رسالہ لکھ کر نہ دیتا تھا تب آپ نے حضورؑ کی خدمت میں مدد کی درخواست کی تو آپؑ نے فرمایا "وہ اپنی کاپیاں اور مضمون لے کر آجاویں، میں اپنا کام بند کرکے ان کا کام کروادوں گا خواہ وہ میری مخالفت میں ہی ہو"۔ حضورؑ کے اپنوں اور غیروں کے ساتھ احسانات اور وسیع حوصلگی کے کئی واقعات محترم حافظ مظفر احمد صاحب کے قلم سے ماہنامہ "خالد" نومبر ۹۵ء کی زینت ہیں۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ گورداسپور سے ایک خط لے کر خدمت اقدسؑ میں حاضر ہوئے۔ سخت گرمی تھی اور رات بھی سو نہ سکے تھے۔ حضورؑ خط لیتے ہی شربت لینے گھر تشریف لے گئے تو حضرت مفتی صاحبؓ گرمی اور تکان کی وجہ سے اونگھ گئے۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضور پنکھا جھل رہے ہیں۔ حضورؑ نے فرمایا "تھکے ہوئے تھے سو جاؤ اچھا ہے" پھر شربت دیا۔

حضورؑ نے کبھی کسی سوالی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا بلکہ اکثر بادشاہوں کی طرح منہ مانگی چیز عنایت فرمائی۔ کسی نے کرتہ کا سوال کیا تو اپنا کرتہ اتار کر دے دیدیا۔ ڈاکیہ نے سردی کی شکایت کی تو آپؑ نے اسے دو کوٹ دکھائے کہ جو پسند ہو لے لو۔ اس نے دونوں پسند کئے اور آپؑ نے عطا فرما دیئے۔ آپکے مخلص مرید حضرت حافظ نور احمد صاحب سوداگر کا کاروبار خسارہ سے بند ہوگیا تو انہوں نے حضورؑ سے کچھ روپیہ مانگا۔ حضورؑ نے ایک صندوقچی انکے سامنے رکھ دی اور فرمایا جتنا چاہیں لے لیں۔ انہوں نے اپنی ضرورت کے موافق لے لیا گو حضورؑ یہی فرماتے رہے کہ سارا ہی لے لیں۔ حافظ صاحبؓ کہا کرتے تھے کہ حضورؑ تھوڑا دینا جانتے ہی نہ تھے۔

★★حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۹۲۳ء میں علاقہ یوپی کی ملکانہ قوم میں آریوں کے بالمقابل تبلیغی جہاد کی تحریک کی تو ۷۰۰ داعیان نے لبیک کہا جن میں محترم قریشی محمد حنیف صاحب مرحوم سائیکل سیاح بھی شامل تھے جنکی جیب میں صرف دو پیسے تھے لیکن اپنے رب پر بے انتہا توکل۔ آپ قریباً نو ماہ تک تبلیغ میں مصروف رہے اور اس دوران دس ہزار میل سفر کیا جس میں سے تین ہزار سائیکل پر اور باقی پیدل یا کبھی کبھار ریل پر طے ہوا۔ واپس آئے تو حضرت مصلح موعودؓ نے آپکو ضلع سانده کے مدرسہ احمدیہ کا مدرس مقرر فرما دیا۔ اور اس کے بعد آپکی زندگی کا ہر لمحہ دعوت الی اللہ میں بسر ہوا اور اس مقصد کے لئے آپ نے ہزاروں میل کا پیدل اور سائیکل سفر کیا۔

★★خدام الاحمدیہ پاکستان کی چھٹی سپورٹس ریلی کی رپورٹ (مرتبہ: محترم سفیر احمد قریشی صاحب) بھی "خالد" کے اسی شمارہ میں شامل اشاعت ہے۔ ۶ تا ۸ ستمبر منعقد ہونے والی اس ریلی میں ۷۰۰ کھلاڑیوں اور آفیشلز نے شرکت کی۔

★★عظیم محدث، مفسر اور اسلامی فقہ کے چوتھے ستون حضرت امام احمد بن حنبلؒ بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپکے والد محمد بن حنبل آپکے بچپن میں ہی وفات پاگئے۔ حفظ قرآن کے بعد آپ نے کئی اساتذہ سے فیض حاصل کیا جن میں حضرت امام شافعیؒ شامل ہیں۔ تحصیل علم میں آپؒ نے عراق، بصرہ، شام، حجاز سمیت کئی مقامات کے سفر کئے اور ۴۰ سال کی عمر میں بغداد میں سلسلہ درس کا آغاز کیا۔ خلیفہ مامون کے دور میں جب علماء سے بعض عقائد جبراً منوانے کی کوشش کی گئی مثلاً قرآن خدا کا کلام نہیں بلکہ مخلوق ہے تو آپؒ نے کئی دوسرے علماء کی طرح اپنا مؤقف پیش کیا اور اس پر مضبوطی سے قائم رہے چنانچہ مامون نے اختلاف کے جرم میں انکے ہاتھوں اور پاؤں میں زنجیریں ڈلوادیں۔ مامون کے جانشین معتصم نے سختی زیادہ کردی۔ امام موصوف پر کوڑے برسائے جاتے حتی کہ آپؒ بےہوش ہو جاتے۔ تلوار کی نوکوں سے آپکے جسم کو ایذا دی جاتی۔ ڈیڑھ برس بعد آپکو رہا کیا گیا لیکن معتصم کے جانشین واثق باللہ نے دوبارہ قید تنہائی میں ڈال دیا اور متوکل کے دور میں آپؒ کو رہائی ملی۔ اسکے نتیجہ میں آپکی عزت میں بے پناہ اضافہ ہوا اور آپؒ نے درس حدیث کا پھر آغاز فرمایا۔ ۷۷ برس کی عمر میں آپکی وفات ہوئی۔ آپؒ نہایت متقی اور سنت رسول کے پابند تھے۔ آپکے بارے میں محترم مجیب احمد طاہر صاحب کے قلم سے ایک مختصر مضمون ماہنامہ "تشحیذ الاذہان" نومبر ۹۵ء کی زینت ہے۔

★★اسی شمارہ میں محترم مولانا محمد صدیق شاہد صاحب کا انٹرویو شائع ہوا ہے۔ آپ نومبر ۱۹۲۸ء میں تحصیل بٹالہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ والد اہل حدیث مسجد کے امام تھے جنہیں دور خلافت اولیٰ میں احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ قادیان چلے گئے اور شاہد اور مولوی فاضل پاس کیا۔ آپکی پہلی تقرری سیرالیون میں ہوئی جہاں آپکو ۱۸ سال خدمت کی توفیق ملی۔ آپکے مربی انچارج ہوتے ہوئے وہاں کئی سکول اور ہسپتال قائم ہوئے۔ اسی دوران سیرالیون کو آزادی ملی اور آپکی خدمات کے اعتراف میں آپکو بھی "تمغہ آزادی" عطا ہوا۔ آپ نے غانا میں بھی کام کیا اور ۶۶ء میں وہاں قائم ہونے والے مشنری ٹریننگ کالج کے پہلے پرنسپل بنے۔ آپکو ۴ برس امریکہ میں بھی خدمت کی توفیق ملی۔ مرکز میں بھی کئی عہدوں پر فائز رہے۔ آجکل نائب وکیل التبشیر اور انصاراللہ ربوہ کے زعیم اعلیٰ کے طور پر خدمات بجا لا رہے ہیں۔

★★انڈونیشیا کے ۱۳۶۷۷ جزائر میں سے ۶۰۰۰ آباد ہیں۔ ۲۷ اگست ۱۸۸۳ء کو کراکاٹوا نامی جزیرہ میں ایک زبردست زلزلہ کی وجہ سے ۳۶۰۰۰ افراد ہلاک ہوگئے اور آدھا جزیرہ فضا میں اڑ گیا جس کی جگہ ہزار فٹ گہرا سمندر بن گیا۔ مٹی ۲۰ میل اونچی اڑی جو ۳ سال فضا میں چھائی رہی۔ دھماکہ کی شدت سے سو میل دور جکارتہ میں شیشے ٹوٹ گئے۔ اس علاقے کا صرف ایک جاندار زندہ بچا جو ایک بندریا تھی۔ مذکورہ شمارہ میں شائع شدہ یہ مضمون محترم خواجہ اسامہ منظور صاحب کی تحریر ہے۔

بیعت

ذیل کی نظم میں ایک مخلص بچی جس نے پاکستان میں بیعت کی ہے اس نے اپنی بیعت کے بعد سجدہ شکرانہ میں جو دعائیں مانگی ہیں ان کو نظمایا ہے۔ (مدیر)

میں نے تو بیعت کے بدلے اپنے رب سے کچھ مانگا ہے۔
میں نے مانگا
مجھ کو دے دے
رحمت کا اک کونہ یا رب!
میں نے چاہا
مجھ کو عطا کر
امن و سکون کا گوشہ یا رب!
دنیا کی خیرات سے بڑھ کر
دین کی خوشیاں دین کی دولت
اک رفعت کا تارا دے دے
میرے من کا پیارا دے دے
اپنا ایک سہارا دے دے
میں نے تو بیعت کے بدلے اپنے رب سے کچھ مانگا ہے۔
میں نے مانگا
مجھ کو دے دے
اتنی ہمت ۔ اتنی شکتی
کہ میں اٹھالوں
دین کا جھنڈا
اپنے ان گورے ہاتھوں میں
اور پھیلاؤں گلی گلی میں
دین خدا ۔ پیغام محمدؐ
پس مجھ کو اک تارا دے دے
میرے من کا پیارا دے دے
اپنا ایک سہارا دے دے
میں نے تو بیعت کے بدلے اپنے رب سے کچھ مانگا ہے۔
میں نے مانگا میرے دل پر
الفت کی مایا برسادے
پیار کے قطرے
اوس کی صورت شبنم شبنم
جو بن جائیں فیض کے دریا

میں سیراب کروں پھر ان سے
بستی بستی ۔ قریہ قریہ
سب کو بلاؤں تیری جانب
بھٹکے ہوؤں کو صاف دکھادوں
پیار محبت چاہ کی راہیں
سچائی ایمان کی راہیں
یوں میں تیری نظر میں یارب!
اپنا ایک مقام بنالوں

تیرے نام کے صدقے پیارے
اپنا بھی اک نام بنالوں
جنت کا سامان کروں میں
پس مجھ کو اک تارا دے دے
میرے من کا پیارا دے دے
اپنا ایک سہارا دے دے
میں نے تو بیعت کے بدلے اپنے رب سے کچھ مانگا ہے۔
میں نے مانگا
سن لے یا رب!
اپنی بندی کی فریادیں
دکھلادے دنیا والوں کو
اپنی جانب کی سب راہیں
یہ نادان ہیں اندھے ہیں یہ
میری آنکھوں کی بینائی
سب اندھوں کو بینا کر دے
میں نے تو بیعت کے بدلے اپنے رب سے کچھ مانگا ہے۔

(نوشین مرزا)

الفضل انٹرنیشنل میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

Kenssy
Fried Chicken

TELEPHONE 0181-539 3773
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB

PROPRIETOR: MASOOD HAYAT

مکتوب آسٹریلیا

دلچسپ خبریں

(مرتبہ: چوہدری خالد سیف اللہ خان، نمائندہ الفضل، آسٹریلیا)

فضائی آلودگی میں مضمر فوائد

بظاہر یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ فضائی آلودگی جو زیادہ تر کاربن ڈائی آکسائڈ گیس سے پیدا ہوتی ہے اس میں بعض فوائد بھی پنہاں ہیں جب کہ اس کے نقصانات تو ظاہر و باہر ہیں جس سے دنیا کی سبھی حکومتیں پریشان ہیں۔ لیکن اس پر کسی نے نہیں سوچا تھا کہ فضائی آلودگی کا کوئی فائدہ بھی ہے یا نہیں۔ آسٹریلیا کے ایک مشہور تحقیقی ادارہ نے اب اس پر تحقیق کی ہے کہ جب فضا میں آلودگی بڑھ جائے گی تو اس کے فصلوں پر کیا اثرات مترتب ہوں گے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے ایک ایسا گرین ہاؤس تعمیر کیا گیا جس میں سن ۲۰۵۰ء میں متوقع حالات مصنوعی طور پر پیدا کئے گئے اور اس میں مختلف فصلیں اور پھلدار درخت لگائے گئے۔ فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار صنعتی انقلاب سے پہلے ۲۷۰ پی۔پی۔ایم (PARTS PER MILLION) تھی جو بڑھ کر اب ۳۵۰ ہوگئی ہے اور ۲۰۵۰ء میں ۵۴۰ متوقع ہے۔

اس قدر بڑھی ہوئی کاربن ڈائی آکسائیڈ نے فصلوں اور پھلوں پر حیران کن طور پر خوشگوار اثر ڈالا۔ بٹاویہ قسم کی گندم کا جھاڑ آج کل کے مقابلہ میں دگنا ہوگیا۔ پکنے میں نصف وقت لیا۔ سٹہ اور تنا کہیں زیادہ مضبوط ہوگئے۔ چاول کی پیداوار میں ۵۸٪ اضافہ ہوا۔ درخت، پودے اور گھاس جلد جلد بڑھے اور پیداوار کہیں زیادہ بڑھ گئی لہٰذا اسی زمین پر دگنی گائیں پالی جاسکیں گی۔

اللہ تعالیٰ کا بھی عجیب نظام ہے عالم حیوانات اور عالم نباتات ایک دوسرے کے لئے قیام کا موجب بنائے گئے ہیں۔ انسان حیوان آکسیجن کھاکر کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا کرتے ہیں جو نباتات کی غذا ہے جبکہ وہ آکسیجن پیدا کرتے ہیں جو انسان اور حیوان کی غذا ہے۔ جب فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ زیادہ ہوگی تو پودے اپنی کاربن کی ضرورت آسانی سے بافراغت حاصل کرکے خوب موٹے تازے ہو جائیں گے۔ اس طرح جوں جوں انسان اور مشینیں زیادہ بڑھیں گی تو ان کی خوراک کے لئے اسی قدر فصلیں زیادہ مقدار میں غذا مہیا کرنے لگیں گی۔ گرمی کے بڑھنے سے بارشیں بڑھیں گی اور بند (DAMS) اور نہروں کے ذریعہ زیادہ علاقہ سیراب ہونے لگے گا وغیرہ وغیرہ۔ الغرض وہ خدا جس نے پیدا کیا ہے آبادی بڑھنے کے ساتھ ساتھ خوراک مہیا کرنے کا سامان بھی بڑھاتا چلا جائے گا جیسا کہ ماضی میں اب تک ہوتا آیا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَآ أَقْوَاتَهَا فِيٓ أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِينَ ﴿۱۱﴾ (۴۱:۱۱)

"اور اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے ہیں اور اس میں بڑی برکت رکھی ہے اور اس میں رہنے والوں کے کھانے پینے کے لئے ہر چیز کو اندازہ کے مطابق بنادیا ہے یہ سب کچھ چار دور میں کیا ہے۔ یہ بات سب پوچھنے والوں کے لئے برابر ہے"۔

اس کی تشریح میں حضرت مصلح موعودؓ تفسیر صغیر میں فرماتے ہیں "اس آیت سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ ایک زمانہ میں زمین کو پوری غذا پیدا کرنے کے قابل نہیں سمجھا جائے گا مگر اللہ تعالیٰ اس کا رد کرتا ہے اور فرماتا ہے ہم نے زمین میں ایسے سامان پیدا کردیئے جن کی وجہ سے وہ حسب ضرورت غذا دے گی خواہ زمین سے نکال کر، یا نئی غذا کے ایجاد ہونے سے، یا آسمانی شعاؤں کی مدد سے"۔

اگر سطح سمندر صرف ایک میٹر بلند ہو جائے تو کیا ہو؟

زمین سے گیسوں کے اخراج اور گرین ہاؤس اثر کے نتیجہ میں زمین روز بروز گرم ہو رہی ہے اور سطح سمندر میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اندازہ ہے کہ سن ۲۱۰۰ تک سطح سمندر ۲۰ تا ۹۰ سنٹی میٹر تک اونچی ہو جائیگی۔ اس اضافہ سے ملائشیا، انڈیا، بنگلہ دیش سمندروں کے ساحل پر آباد شہر اور جزیروں کے کروڑہا افراد اپنی زمینوں اور گھروں کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اندازاً ایک سو ملین (دس کروڑ) افراد دوسرے ملکوں میں پناہ لینے پر ہر سال مجبور ہوں گے جس سے آسٹریلیا جیسے ملکوں کو ابھی سے فکر پڑ گئی ہے۔ بہت سے ملکوں کا پورا اقتصادی ڈھانچہ مفلوج ہوکر رہ جائے گا۔

رپورٹ کے مصنف نے کہا کہ ماحولیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے مستقبل دن بدن غیر یقینی ہوتا چلا جارہا ہے۔ آج سے ربع صدی پہلے تک تو یہ کیفیت نہ تھی۔

خریداران سے گزارش

اپنے پتہ کی تبدیلی یا تصحیح کے لئے اطلاع دیتے وقت ایڈریس لیبل پر درج AFC حوالہ نمبر ضرور درج کریں شکریہ

(مینیجر)

MUSLIM TELEVISION AHMADIYYA

Muslim TV AHMADIYYA

Programme Schedule for Transmission from London 23rd February - 7th March 1996

Friday 23rd February 1996

- 11.30 Tilawat
- 11.45 Dars-ul-Hadith
- 12.00 M.T.A Variety: Hamari Kaenat
- 12.30 Learning Languages with Huzur Lesson No.71 part 1
- 1.00 MTA News
- 1.30 Friday Sermon - Live
- 2.40 Nazm
- 2.50 Mulaqat with Huzoor (Urdu).
- 3.50 LIQAA MA'AL ARAB
- 4.50 Tomorrow's Programmes.

Saturday 24th February 1996

- 11.30 Tilawat.
- 11.45 Darsul Hadith
- 12.00 MTA Variety - German programme
- 1.00 MTA News
- 1.30 Around the Globe
- 2.00 Children's Corner: - Mulaqat
- 3.05 Moshaira with Nabina Hazra'at
- 3.50 LIQAA MA'AL ARAB
- 4.50 Tomorrow's Programmes.
- 4.55 Qaseedah

Sunday 25th February 1996

- 11.30 Tilawat
- 11.45 Darsul Malfoozat
- 12.00 MTA Variety German Programme
- 1.00 MTA News
- 1.30 A Letter from London
- 2.00 Mulaqat: Huzoor meets English speaking friends.
- 3.05 M.T.A Variety: With Hafiz Muzaffar Ahmad
- 3.50 LIQAA MA'AL ARAB
- 4:50 Tomorrow's Programmes.

Monday 26th February 1996

- 11.30 Tilawat
- 11.45 Darsul Malfoozat
- 12.00 Dil Bar Mera Yehi Hai - Ch Hadi Ali Sb
- 12.30 Learning Languages with Huzur Lesson No 71 Pt 2
- 1:00 M.T.A. News
- 1.30 Around the Globe
- 2.00 Tarjumatul Qur'an Class No 113
- 3.05 MTA Variety - Waqfe Nau Programme from Pakistan
- 3.35 Children's Corner - Hikayat Sheereen
- 3.50 LIQAA MA'AL ARAB
- 4.50 Qaseedah
- 4.55 Tomorrow's Programmes

Tuesday 27th February 1996

- 11.30 Tilawat
- 11.45 Seeratun Nabi (s.a.w)
- 12.00 Medical Matters
- 12.30 Learning Languages With Huzur Lesson No 72 Part 1
- 1.00 MTA News
- 1.30 Around the Globe Bheray Wallah
- 2.00 Tarjamatul Qur'an Class No 114
- 3.05 MTA Variety with Maulana Sultan Anwar
- 3.50 LIQAA MA'AL ARAB
- 4.50 Tomorrow's Programmes.

Wednesday 28th February 1996

- 11.30 Tilawat
- 11.45 Darsul Hadith
- 12.00 MTA Variety
- 12.30 Learning Languages with Huzur Lesson No 72 Part 2
- 1.00 MTA News
- 1.30 Around the Globe
- 2.00 Homeopathy Class No 141
- 3.05 M.T.A Variety: with Muhammad Azem Akseer
- 3.50 LIQAA MA'AL ARAB
- 4.50 Tomorrow's Programmes.

Thursday 29th February 1996

- 11.30 Tilawat
- 11.45 Darsul Malfoozat
- 12.00 Medical Matters
- 12.30 Learning Languages with Huzur Lesson No 73 part 1
- 1.00 M.T.A News
- 1.30 Around the Globe
- 2.00 Homeopathy Class No 142
- 3.05 M.T.A Variety: Quiz Programme
- 3.30 Children's Corner: Yassarnal Quran No.19
- 3:50 LIQAA MA'AL ARAB
- 4.50 Tomorrow's Programmes

Friday 1st March 1996

- 11.30 Tilawat
- 11.45 Dars Ul Hadith
- 12.00 MTA Variety: Hamari Kaenat No.11
- 12.30 Learning Languages with Huzoor, Lesson 73 Part 2.
- 1.00 M.T.A News
- 1.30 Friday Sermon - Live
- 2.40 Nazm
- 2.50 Mulaqat with Huzoor (Urdu)
- 3.50 LIQAA MA'AL ARAB
- 4.50 Tomorrow's Programmes

Saturday 2nd March 1996

- 11.30 Tilawat
- 11.45 Dars Ul Hadith
- 12.00 M.T.A Variety: Programme from Germany
- 1.00 M.T.A News
- 1.30 Around the Globe: "Tech Talk"
- 2.00 Children's Corner: Mulaqat with Huzoor
- 3.05 M.T.A Variety: Quiz Programme Sadullah Pur Vs. Noshaira
- 3.50 LIQAA MA'AL ARAB
- 4.50 Tomorrow's Programme

Sunday 3rd March 1996

- 11.30 Tilawat
- 11.45 Dars Ul Malfoozat
- 12.00 M.T.A Variety: Programme from Germany
- 1.00 M.T.A News
- 1.30 A Letter from London
- 2.00 Mulaqat: Huzoor meets English speaking friends
- 3.05 M.T.A Variety: Speech by Rana Farooq Sahib - "Dawat e Ilallah"
- 3.50 LIQAA MA'AL ARAB
- 4.50 Tomorrow's Programme

Monday 4th March 1996

- 11.30 Tilawat
- 11.45 Dars Ul Malfoozat
- 12.00 M.T.A Variety: Dilbar Mera Yehi Hay
- 12.30 Learning Languages with Huzoor, Lesson 74 part 1.
- 1.00 M.T.A News
- 1.30 Around the Globe: Moshaira with Nabina Hazra'at. 2nd part.
- 2.00 Quran Class: Tarjamatul Quran Lesson No. 115
- 3.05 M.T.A Variety: Speech by Akbar Tahir Ahmad.
- 3.35 Children's Corner: Waqfeen Nau
- 3.50 LIQAA MA'AL ARAB
- 4.50 Tomorrow's Programme

Tuesday 5th March 1996

- 11.30 Tilawat
- 11.45 Seerat Un Nabi (s.a.w)
- 12.00 Medical Matters
- 12.30 Learning Languages with Huzoor, Lesson 74 Part 2
- 1.00 M.T.A News
- 1.30 Around the Globe: Speech by Hadhrat Muhammad Hasan Sahib1st part
- 2.00 Quran Class - Tajumatul Quran Lesson No. 116
- 3.05 M.T.A Variety: Competition
- 3.50 LIQAA MA'AL ARAB
- 4.50 Tomorrow's Programme

Wednesday 6th March 1996

- 11.30 Tilawat
- 11.45 Dars Ul Hadith
- 12.00 M.T.A Variety: Exhibition by Lajna Pakistan
- 12.30 Learning Languages with Huzoor, Lesson 75 Part 1
- 1.00 M.T.A News
- 1.30 Around the Globe: Documentary
- 2.00 Natural Cure: Homeopathy Lesson No.143
- 3.05 M.T.A Variety: Bait Bazee, Atfal ul Ahmadiyya.
- 3.50 LIQAA MA'AL ARAB
- 4.50 Tomorrow's Programme

Thursday 7th March 1996

- 11.30 Tilawat
- 11.45 Dars Ul Malfoozat
- 12.00 Medical Matters
- 12.30 Learning Languages with Huzoor Lesson 75 part 2
- 1.00 M.T.A News
- 1.30 Around the Globe: Speech by Hadhrat Muhammad Hasan Sahib. 2nd part
- 2.00 Natural Cure: Homeopathy Lesson No. 144
- 3.05 M.T.A Variety: Speech by Maulana Sultan Anwar.
- 3.50 LIQAA MA'AL ARAB
- 4.50 Tomorrow's Programme

Programmes or their timings may change without prior notice.
** Simultaneous Translations are available for the following programmes in Urdu, English, Arabic, French, Bengali, Turkish.*
Friday Sermon - Mulaqat - Tarjamatul Quran Class - and LIQAA MA'AL Arab

Al Fazl International Weekly, London
16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K)
ISSN: 1352 9587
☎ (0) 181 870 8517
Fax: (0) 181 870 1095
Vol. 3 Friday, February 23, 1996 No. 8

حاصل مطالعہ

انتخابی تقریر

ایک صاحب اپنے قصبے کے الیکشن میں بطور امیدوار کھڑے ہوئے اور خوب دھوم دھام سے جلسہ کیا۔ دیر تک تقریر کرنے کے بعد آخر میں نہایت درد بھری آواز میں بولے۔

"حضرات جو کچھ میں نے عرض کیا ہے اس کے علاوہ یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے میں اپنا ضمیر فروخت نہیں کرونگا"۔

مجمع میں مخالف امیدوار کا ایک ساتھی بھی بیٹھا ہوا تھا وہ یہ سن کر اٹھا اور مجمع سے خطاب کرتے ہوئے بولا۔

"صاحبو! اور یہ بات تو آپ جانتے ہیں کہ چیز وہی فروخت کی جاتی ہے جو موجود ہو"۔

بلاد اسلامیہ

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی رقمطراز ہیں:

☆ "تمام بلاد اسلامیہ جہاں بھی میں گیا ہوں یا تو اسلام سے کھلا کھلا انحراف پایا جاتا ہے اور اگر اسلام کا اعتقاد اور اس سے محبت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خواہش موجود ہے تو زبان اور عمل کے تناقض کا شکار ہے"۔

☆ "یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان میں جو عورتیں مغربی تہذیب میں غرق ہو چکی ہیں وہ بھی "منی اسکرٹ" نہیں پہنتیں اور نہ غسل کے لباس میں اعلانیہ نہاتی ہیں۔ پورے پاکستان میں آپ کو ایک عورت بھی ایسی نہیں ملے گی جو "اسکرٹ" استعمال کرتی ہو کجا منی اسکرٹ۔ بے شک انہوں نے سر کھول دیا ہے اور بانہیں بھی برہنہ کر لی ہیں لیکن غنیمت ہے کہ ایران، ترکی اور عرب ممالک کی طرح اب تک پنڈلیاں نہیں کھلی ہیں"۔

☆ "بلاد عربیہ اور بعض دوسرے "بلاد اسلامیہ" میں عورتوں کی بے پردگی اور بے حیائی کا فتنہ جس حد کو پہنچ گیا ہے کہ علانیہ فسق و فجور کے جو مظاہرے ہو رہے ہیں۔ انہیں دیکھ کر مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ شاید مسلمان اس عذاب الٰہی کو کافی نہیں سمجھتے جو مغربی استعمار کی شکل میں ان پر نازل ہوا تھا۔ بجائے اس کے کہ وہ اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرتے کہ اس نے اس عذاب سے انہیں نجات دی۔ وہ کسی مزید اور سخت تر عذاب کو دعوت دے رہے ہیں"۔

"خصوصی طور پر مجھے عربی بولنے والی قوموں پر حیرت ہوتی ہے۔ جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے اور جن کی زبان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام فرمایا ہے وہ براہ راست خود دیکھ سکتے ہیں کہ عورتوں کے متعلق اللہ اور رسولؐ نے کیا ہدایات دی ہیں۔ غیر عرب مسلمان تو پھر بھی یہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ وہ قرآن و سنت کی زبان سے ناواقف ہیں لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اہل عرب خدا کے سامنے اس بے حیائی کے لئے کیا عذر پیش کریں گے جو ان کی موجودہ نسل اختیار کر رہی ہے۔ (ترجمان القرآن، نومبر ۶۹ء صفحہ ۶ جلد ۷۴ عدد ۳)

بے نکاحی لونڈی

مدیر "چٹان" آغا شورش کاشمیری "چٹان" مورخہ ۴ جنوری ۵۴ء ص ۱۶ پر رقمطراز ہیں:

ایک دفعہ مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی نے فرقہ دار رجعتی مسلمان رہنماؤں کے طعن و تشنیع پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہم پر الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم چندہ تو لیتے ہیں لیکن حساب نہیں دیتے۔ یہ ایک بے ہودہ الزام ہے۔ ہم لوگ "بنیا نہیں" کہ حساب رکھتے پھریں۔ ہمیں اپنی "دیانت" پر ناز ہے اور دیانت ہمارے گھر کی لونڈی ہے جس کو ہم پر بھروسہ ہے وہ چندہ دے جس کو اعتماد نہیں وہ نہ دے"۔

اس حصہ کو نقل کرتے ہوئے مولانا عبدالمجید سالک نے اپنے "افکار و حوادث" میں لکھا۔

"آپ سے کس ظالم نے کہہ دیا کہ آپ بددیانت ہیں یا دیانت آپ کے گھر کی لونڈی نہیں۔ ہمیں تو صرف یہ اعتراض ہے کہ آپ نے بے نکاحی رکھی ہوئی ہے"۔

بچت

سر سید فرماتے ہیں:

ایک سٹیشن سے مجھے تار میں خبر بھیجنے کی ضرورت ہوئی میں نے پرچہ پیام انگریزی میں لکھا ہوا تار گھر میں دیا۔ اور ایک بابو نے جو خبر بھیجتا تھا لے لیا اور حساب کر کے تین روپے طلب کئے۔ جو درحقیقت صحیح محصول اس کا تھا۔ چنانچہ میں نے تین روپے دے دئے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہا کہ اگر میں تمہارا ایک روپیہ کا فائدہ کر دوں تو آٹھ آنے مجھے دے دو گے۔

میں نے کہا کیونکر؟ اس نے کہا دو لفظ اس خبر میں بلا نقصان مضمون کم کر سکتے ہیں اور ان کی کمی سے صرف دو روپے محصول رہ جائے گا۔ اس میں محکمے کی کوئی چوری نہیں۔ میں نے اپنی عقل سے تمہارا روپیہ بچایا اس کے عوض میں آٹھ آنے چاہتا ہوں۔ نصف لی و نصف لکم"۔

اس کی اس بات نے مجھے عجیب مزا دیا اور میں نے دو لفظ کاٹ دئے۔ روپیہ پھیر لیا اور آٹھ آنے اس کی دانائی اور اپنی حماقت کی نظر کئے۔

(بشکریہ ہفت روزہ لاہور، ۴ نومبر ۱۹۹۵ء)

فدائی اسلام و احمدیت ممتاز عرب احمدی سکالر

الحاج محمد حلمی الشافعی وفات پاگئے

انا للہ و انا الیہ راجعون

لندن (۱۴ فروری) جماعت احمدیہ مسلمہ عالمگیر کے ممتاز و معروف عرب احمدی سکالر الحاج محمد حلمی الشافعی ۱۲ فروری کی شام لندن میں بقضائے الٰہی انتقال فرماگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۴ فروری کے درس القرآن کے آخر پر آپ کا نہایت ہی محبت بھرا ذکر کرتے ہوئے آپ کے شمائل حسنہ کا ذکر فرمایا۔

حضور نے فرمایا کہ ایک بہت ہی پیارے بھائی، بہت مخلص اور فدائی انسان حضرت السید حلمی الشافعی کا وصال ہوگیا ہے۔ انکی نماز جنازہ ابھی جب میں نماز ظہر کے لئے واپس آؤنگا اس وقت پڑھی جائے گی۔

حضور نے ان کے تعارف کے طور پر فرمایا کہ "لقاء مع العرب" میں اکثر لوگوں نے دیکھا ہوگا اور دنیا بھر سے لوگ مجھے لکھتے تھے کہ بہت ہی پیارا وجود ہے لقاء مع العرب میں تو انکی وجہ سے جان آ جاتی ہے۔ انکا چہرہ، انکا اخلاص، انکی باتیں، انکا ترجمہ اور فصاحت و بلاغت کہتے ہیں طبیعت عش عش کر اٹھتی ہے۔ اور یہ جو تعریف ہے یہ صرف احمدی نہیں کرتے تھے غیر احمدی بھی اور عربوں کی طرف سے جو مجھے خط ملا کرتے تھے لقاء مع العرب کے متعلق اس میں حلمی الشافعی صاحب سے متعلق بڑے تعریفی کلمات ہوا کرتے تھے۔

انکا جو انداز بیان تھا بہت ہی پیارا اور میں ان سے کہا کرتا تھا کہ آپ کے ترجمے کا مجھے ایسا مزا آتا ہے کہ کسی اور کا نہیں آتا کیونکہ آپ لگتا ہے میری جان میں اتر کر ترجمہ کر رہے ہیں۔ میرے رونے پر رو پڑتے تھے، میرے ہنسنے پر ہنس پڑتے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے ایک ہی طبلے کی تھاپ پر ہم دونوں کے دل دھڑک رہے ہیں۔ جس مزاج کے ساتھ میں بات کرتا تھا بعینہ وہ مزاج ڈال کر ترجمہ کرتے تھے۔ آواز کا زیر و بم انہی جذبات کے ساتھ ابھرتا، اترتا۔ یہ جو خاص خدا نے انکو ملکہ دیا تھا اور پھر چہرے پر اسی طرح غم کے آثار، مسکراہٹ، چہرہ کھل اٹھنا کبھی۔ یہ وہ چیزیں تھیں جس نے ترجمے کے مضمون میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ میرے علم میں آج تک کوئی ایسا ترجمہ کرنے والا نہیں آیا جو اپنے چہرے کے انداز، الفاظ کے چناؤ اور طرز کلام میں مکمل بات کرنے والے سے ہم آہنگی کر لے۔ بڑے اچھے اچھے ترجمے کرنے والے جرمنی میں بھی ہیں مگر یہ جو باتیں ہیں یہ بالکل ایک عجیب شان تھی اور یہی وجہ تھی کہ ساری دنیا میں اس لحاظ سے بہت ہی ہردلعزیز تھے۔

حضور نے فرمایا کہ ان کو پچھلے دنوں کسی کام سے مصر جانا ہوا۔ مصر میں انکو پہلی بار دل کا حملہ ہوا جو بہت ہی شدید تھا۔ لیکن اصرار کیا کہ مجھے لندن واپس جانا ہے۔ ڈاکٹروں نے پہلے تو صاف انکار کر دیا کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، آپ کی صحت اجازت ہی نہیں دیتی مگر معلوم ہوتا ہے کہ اصرار اتنا زیادہ تھا کہ آخر وہ مان گئے اور یہاں آنے کی اجازت دی۔

وہاں بیٹھے ہوئے حال یہ تھا کہ جب "لقاء مع العرب" کا پروگرام دیکھا کرتے تھے تو روتے جاتے تھے کہ کاش میں پھر جاؤں اور ساتھ بیٹھ کر میں یہ ترجمہ سنبھالوں۔ عشق تھا اس کام سے اور خدمت دین کے ساتھ تو ویسے ہی ایسا عشق کہ تراجم میں، تفسیر کبیر کے ترجمہ میں، ہر دوسرے کام میں صف اول کے مخلص، فدائی انصار اللہ میں سے تھے۔

۱۲ فروری کو جب وہ حضور ایدہ اللہ سے ملاقات کے لئے پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں آئے ہیں تو اسی وقت انہیں دل کا شدید دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔

بعد ازدرس حضور ایدہ اللہ مسجد کے قریب جماعت کے گیسٹ ہاؤس ۱۴۔گریسن ہال میں تشریف لے گئے جہاں حضور نے مکرم حلمی صاحب مرحوم کے چہرہ کو محبت سے بوسہ دیا اور پھر تابوت کو کندھا دے کر مسجد فضل لندن میں لائے۔ نماز ظہر سے قبل حضور ایدہ اللہ نے انکی نماز جنازہ پڑھائی جس میں کثیر تعداد میں احباب

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑادے

اپنے بھائی کی ہمدردی کرنا صدقات خیرات کی طرح ہی ہے

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

سیٹنگ و ڈیزائننگ۔ خلیفہ رواح الدین احمد